فواکہ الھدایۃ

علی

مسائل الھدایۃ

جلد سوم

ہدایہ کے مسائل کی سہل و مختصر تفہیم۔

زیرِ شفقت: استاذ العلماء العلامہ مفتی طارق صاحب دامت بر کاتہم

کاوش: المفتقر الی اللہ محمد اویس رضا

جامعۃ المدینہ فیضانِ ضیائے مدینہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب الکل، و الصلاۃ و السلام علی اَخیر الخُلق، و علی الہٖ و اصحابہ الکلّ

کتاب البیوع

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا**(بیع ایجاب و قبول سے منعقد ہوتی ہے جبکہ ایجاب و قبول ماضی کے دو لفظوں سے ہو)**

مثلاً: متعاقدین میں سے کوئی ایک کہے کہ "میں نے بیچا" اور دوسرا کہے "میں نے خریدا"۔

متن میں ماضی کی قید کی دلیل:

کیونکہ بیع انشاءِ تصرف (یعنی: تصرف کو ثابت کرنا) ہے، اور انشاء کو شرع سے پہچانا جاتا ہے، (اور ایک وجہ یہ ہے کہ ماضی کے صیغے اَدلّ علی الوجود ہوتے ہیں)

اور جسے خبر دینے کے لیے وضع کیا گیا ہے (یعنی: لفظِ "بعتُ" اور "اشتریتُ"۔۔البنایہ) یہ کبھی انشاء میں استعمال ہوتے ہیں، (پھر جب ایسا ہو۔۔البنایہ) تو اس سے (یعنی: باللفظ الموضوع للاخبار) بیع منعقد ہو جائے گی۔

متن میں مذکور ایجاب و قبول کی تعریف:

ایسے دو لفظ جو تملیک و تملک کا افادہ کرتے ہوں یعنی جن کا یہ مطلب ہو کہ چیز کا مالک دوسرے کو کر دیا یا دوسرے کی چیز کا مالک ہو گیا ان کو ایجاب و قبول کہتے ہیں ان میں پہلے کلام کو ایجاب کہتے ہیں اور اس کے مقابل میں بعد والے کلام کو قبول کہتے ہیں۔ (بہار شریعت)

اور بیع ایسے دو لفظوں سے منعقد نہیں ہوتی جن میں سے ایک مستقبل (یعنی: امر۔۔مأخوذ من البنایہ) کا لفظ ہو اور دوسرا ماضی کا لفظ ہو، بخلاف نکاح کے (یعنی: نکاح مستقبل اور ماضی کے دو الفاظ سے منعقد ہو جاتا ہے)، اور وہاں (یعنی: کتاب النکاح) میں گزر چکا۔

اور اس کا (یعنی: مشتری کا) قول "رَضیتُ بکذا" یا (بائع کا قول۔۔البنایہ) "اعطیتُک بکذا" یا "خذہ بکذا" یہ (سب) "بعتُ" اور "اشتریتُ" کے معنٰی میں ہیں، کیونکہ ان الفاظ کا بولنا "بعتُ" اور "اشتریتُ" کے معنی کی طرف لے جاتا ہے، اور ان عقود میں معنی ہی معتبر ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے (یعنی: عقود میں معنی کے معتبر ہونے کہ وجہ سے) نفیس (یعنی: وہ جس کا ثمن زیادہ ہو جیسے: غلام وغیرہ) خسیس (یعنی:

وہ جس کا ثمن کم ہو جیسے: پیاز وغیرہ) میں (بغیر قول کے صرف) لین دین سے بیع منعقد ہو جاتی ہے اور یہی صحیح قول ہے کیونکہ باہم رضامندی پائی جارہی ہے۔

" ھو الصحیح" کی قید کا فائدہ:

اس سے امام کرخی علیہ الرحمہ کے قول سے احتراز ہے وہ کہتے ہیں کہ: بیع لین دین سے خسیس اشیاء میں ہی منعقد ہو گی نہ کہ نفیس میں۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا(**اور جب متعاقدین میں سے کوئی ایک بیع کا ایجاب کرے تو دوسرے کو اختیار ہے، چاہے تو مجلس میں قبول کرلے اور چاہے تو رد کر دے**)

اور اس اختیار کو (جو کہ متن میں مذکور ہے) خیار قبول کہتے ہیں، کیونکہ اگر اس دوسرے شخص کو اختیار نہ ہو تو اس پر اس کی رضا کے بغیر حکمِ بیع لازم ہو جائے گا۔

اور جب وہ (یعنی: متعاقدین میں سے کسی ایک کا ایجاب) دوسرے کے قبول کیے بغیر حکم کا فائدہ نہیں دے رہا تو ایجاب کرنے والے کو اختیار ہے کہ دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے ایجاب سے رجوع کرلے کیونکہ موجِب کا رجوع کرنا کسی اور کے حق کو باطل نہیں کر رہا۔

اور یہ (یعنی: خیار قبول) مجلس کے آخر تک دراز ہوتا ہے، کیونکہ ایک مجلس متفرق گھڑیوں کو جامع ہوتی ہے تو اس مجلس کی تمام گھڑیوں کو ایک گھڑی مانا گیا ہے تنگی کو دور کرنے کے لیے آسانی کو ثابت کرنے کے لیے۔

اور کتاب خطاب کی طرح ہے (یعنی: جس طرح زبان سے ایجاب و قبول کرنے سے بیع منعقد ہو جاتی ہے اسی طرح لکھ کر ایجاب و قبول کرنے بیع منعقد ہو جائے گی)، اور اسی طرح ارسال (یعنی: کسی شخص کو قاصد بنا کر بھیجنا) بھی خطاب کی طرح ہے یہاں تک کہ جس مجلس میں وہ کتاب (یعنی: وہ چیز جس پر موجب نے ایجاب لکھ کر دوسرے عاقد کی طرف روانہ کیا ہو) پہنچے اور (جس مجلس میں) اداءِ رسالت (یعنی: قاصد موجب کا ایجاب دوسرے عاقد پر پیش کرے) ہو (قبول کرنے یا رد کرنے کے حیثیت سے) اس مجلس کا اعتبار ہے،

اور بائع کو یہ اختیار نہیں کہ وہ (بیع کو) بعض مبیع میں قبول کرے اور نہ ہی یہ اختیار ہے کہ وہ مشترٰی (یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے۔۔ماخوذ من البنایہ) کو بعض ثمن کے بدلے قبول کرے، کیونکہ سودے کے مختلف ہونے کی وجہ سے دوسرے عاقد کی اس میں رضا نہیں پائی جارہی، مگر اس صورت میں کہ بائع ہر ایک کے ثمن کو بیان کر دے (تو اس صورت میں بیع بعض میں قبول کرنے سے بیع صحیح ہو جائے گی کیونکہ وہ بعض در حقیقت بعض نہیں رہا اب وہ ایک پورا صفقہ بن گیا) کیونکہ وہ معنوی طور پر کئی صفقات ہیں۔

(متعاقدین میں سے کوئی ایک بھی قبول سے قبل مجلس سے کھڑا ہو گیا تو ایجاب باطل ہو گیا)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مجلس سے کھڑا ہونا (موجب کے لیے اپنے ایجاب سے) رجوع کی دلیل ہے اور (دوسرے عاقد کے لیے موجب کے ایجاب سے) اعراض کرنے کی دلیل ہے، اور ان میں سے ہر ایک کو اعراض اور رجوع کرنے کا اختیار ہے۔

اور جب ایجاب و قبول ہو گیا تو بیع لازم ہو گئی اور متعاقدین میں سے کسی کو کوئی خیار نہیں سوائے کسی عیب کی وجہ سے یا (مبیع کو) نہ دیکھنے کی وجہ سے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا کہ: متعاقدین میں سے ہر ایک کو خیار مجلس حاصل ہو گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ: "دو باہم بیع کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں"۔

خیار مجلس کی تعریف:

بیع منعقد ہو جانے کے بعد دوسرے عاقد کی رضامندی کے بغیر بائع اور مشتری کو مجلس تک بیع کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہونا خیار مجلس ہوتا ہے۔

ہماری دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: بیع کو فسخ کرنے میں دوسرے کے حق کو باطل کرنا ہے تو یہ جائز نہیں۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے استدلال کا رد:

وہ حدیث پاک (جس کو امام شافعی علیہ الرحمہ نے بطور دلیل ذکر فرمایا وہ) خیار قبول پر محمول ہے، اور حدیث پاک میں خیار قبول کی طرف اشارہ بھی ہے (وہ اشارہ یہ ہے کہ) کیونکہ وہ دونوں شخص متبایعان اس وقت تک ہوتے جب تک عقد کر رہے ہوں اس کے بعد متبایعان نہیں رہتے (اور حدیث مبارکہ میں متبایعان کا ذکر ہے تو یہ ثابت یہ ہوا کہ ابھی عقد منعقد نہیں ہوا تو یہ خیار قبول ہو گا نہ کہ خیار مجلس)
یا یہ حدیث مبارکہ خیار مجلس کا احتمال رکھتی ہے لیکن اس کو خیار قبول پر محمول کیا جائے گا، اور حدیث مبارکہ میں تفرق مذکور ہے اس سے مراد تفرق الاقوال ہے نہ کہ تفرق الابدان (کما قال الشافعی علیہ الرحمۃ)۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ **(وہ اعواض** (جمع العوض) **جن کی طرف اشارہ کر دیا جائے تو بیع کے جائز ہونے میں ان کی مقدار جاننے کی حاجت نہیں رہتی)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اشارہ پہچان کروانے میں کافی ہے، اور عوضِ مشار الیہ میں وصف (یعنی: مقدار) سے جہالت جھگڑے کی طرف نہیں لے جاتی۔

(مطلق ثمن (یعنی: سونا چاندی) **درست نہیں ہوتے)**

(جیسے اس طرح کہے کہ: میں نے یہ چیز سو100 کے بدلے خریدی / بیچی)

مگر یہ کہ ثمن کی مقدار وصفت معلوم ہو (اس صورت میں یہ طریقہ جائز ہے جیسا کہ ہمارے یہاں اس طرح کہا جائے تو اس سے مراد سو100 روپیہ ہوتے ہیں) کیونکہ سپرد کرنا اور قبضہ میں لینا عقد سے واجب ہو جاتا ہے اور یہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہے تو سپرد کرنا اور قبضے میں لینا ممتنع ہو گا۔

ضابطہ:

ہر وہ جہالت جس کی یہ صفت ہو وہ جوازِ عقد کو مانع ہے، اور یہی ضابطہ ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(بیع نقد کے بدلے جائز ہوتی ہے اور ادھار کے بدلے تب جائز ہوتی ہے جب** (ثمن دینے کی) **مدت معلوم ہو)**

دلیل مسئلہ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان مطلق ہے کہ: " واحل اللہ البیع " (الآیۃ)، اور نبی کریم ﷺ سے منقول ہے کہ: " آقا کریم ﷺ نے ایک یہودی سے ایک معلوم مدت تک کھانا خریدا اور اس کے پاس اپنا ذرع رھن رکھوایا" (الحدیث)۔

اور ضروری ہے کہ مدت معلوم ہو کیونکہ مدت میں جہالت اُس سپرد کرنے سے مانع ہے (وہ سپرد) جو عقد سے واجب ہوا ہے، پھر یہ (یعنی: بائع) اس سے (یعنی: مشتری سے) ثمن جلدی طلب کرے گا اور یہ (یعنی: مشتری) اس کو دیر سے سپرد کرے گا۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور جس نے بیع میں ثمن کو مطلق رکھا تو ثمن شہر کی غالب نقد پر ہو گا)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ (لوگوں کے عرف میں۔۔البنایہ) شہر کی نقدِ غالب ہی سمجھی جاتی ہے، اور اس میں (یعنی: شہر کی نقدِ غالب میں۔۔البنایہ) جوازِ بیع کو طلب کرنا ہے، تو مطلق ثمن کو شہر کی نقدِ غالب کی طرف ہی پھیرا جائے گا۔

(پھر اگر (شہر میں۔۔البنایہ) **نقود مختلف چلتے ہوں تو** (ثمن کو مطلق رکھنے والی صورت میں) **بیع فاسد ہے مگر اس صورت میں کہ نقودِ مختلفہ میں سے کسی ایک کو بیان کر دے)**

یہ مسئلہ تب ہے جب تمام نقود چلن میں برابر ہوں، کیونکہ جہالت جھگڑے کی طرف لے جانے والی ہے، مگر یہ کہ جہالت بیان کر دینے سے اٹھ جائے (تو جب بیان کر دیا تو اب منازعہ کیسا بسبب اس کے کہ تراضی موجود ہے)، یا نقود میں سے کوئی ایک زیادہ غالب و زیادہ رائج ہو تو جوازِ بیع کو طلب کرنے لیے اس صورت میں نقد کو زیادہ غالب زیادہ رائج نقد کی طرف پھیرا جائے گا،

اور یہ (یعنی: مختلف نقود کے چلن کے برابر والی صورت میں نقد کو مطلق رکھنے کی وجہ سے عقد کا فاسد ہونا) تب ہے جب نقود مالیت میں مختلف ہوں، اگر مالیت میں برابر ہوں جیسا کہ ثنائی (مثال کے طور پر: ہمارے یہاں ہزار روپیے کے لیے پانچ سو کے دو نوٹ) اور ثلاثی (و علی قیاسِ السابق) اور آج کا سمرقند کا نصرتی اور فرغانہ کے عدالی کے درمیان اختلاف ہونا (جب یہ صورت ہو یعنی: تمام نقود مالیت میں برابر ہوں تو) بیع اس صورت میں جائز ہے جب درہم کا نام مطلق رکھے (یعنی: ایسے نہ کہے کہ بخاری کا درہم وغیرہ) اور اسی طرح متأخرین مشائخ نے فرمایا، اور درہم کے نام کو اس مقدار کی طرف پھیرا جائے گا جو مقدار بیان کی گئی، چاہے وہ درہم کسی بھی قسم کا ہو کیونکہ استواءِ رواج میں کوئی منازعہ نہیں اور نہ ہی اختلافِ مالیت ہے (لتفصیل ھٰذہ النقود المذکورۃ انظر الی البنایۃ)۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور کھانے کی اور دانے کی بیع ماپ کر اور اندازہ لگا کر جائز ہے)**

یہ تب ہے جب اس کی بیع اس کے خلاف جنس کے بدلے کرے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ: "جب دو قسمیں مختلف ہو جائیں تو جیسے چاہو بیچو بعد اس کے کہ وہ ہاتھ و ہاتھ ہو" (الحدیث)۔

بخلاف اس صورت کے کہ جب اس نے اس کی بیع اسی کی جنس کے بدلے اندازے سے کی (اس صورت میں بیع جائز نہیں) کیونکہ اس میں سود کا احتمال ہے،

(اور متن میں مذکور کے جواز کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ) کیونکہ یہ جہالت سپرد کرنے اور قبضے میں لینے سے مانع نہیں ہے تو یہ قیمت کی جہالت کے مشابہ ہو گیا۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا(**بیع بعینہ اس برتن کے بدلے جائز ہوتی ہے جس کی مقدار معلوم نہ ہو** (برتن سے مراد اس برتن میں جتنی مبیع آجائے جیسے: آٹا، جو وغیرہ) **اور** (بیع) **بعینہ اس پتھر کے بدلے** (بھی جائز ہوتی ہے) **جس کی مقدار معلوم نہ ہو)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہاں جہالت جھگڑے کی طرف نہیں لے جارہی، کیونکہ اس میں (مبیع / ثمن کو) سپرد کرنا فورا(یعنی: جس وقت عقد ہو رہا ہے اسی وقت)ہوتا ہے تو سپرد کرنے سے پہلے اس کا(یعنی: برتن اور پتھر کا) ہلاک ہو جانا شاذ ہے،

بخلاف بیع سلم (البیع السلم: بیع أجلٍ بعاجلٍ) کے کیونکہ اس میں (مبیع / ثمن کو) سپرد کرنا دیر سے ہوتا ہے اور سپرد کرنے سے پہلے (برتن یا پتھر کا) ہلاک ہونا شاذ نہیں تو منازعہ ثابت ہو گیا۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی ایک روایت یہ ہے کہ: (متن میں مذکور طریقے پر عقد کرنا) مطلق بیع میں بھی جائز نہیں ہے۔پہلا قول زیادہ درست اور زیادہ ظاہر ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا(**اور جس نے کھانے کی ڈھیری کے ہر ہر قفیز کو ایک ایک درہم کے بدلے بیچا تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک** (صرف) **ایک قفیز میں بیع جائز ہے مگر اس صورت میں** (تمام ڈھیری میں بیع جائز ہے) **جب بائع تمام قفیزوں کو بیان کر دے، اور صاحبین علیہما الرحمہ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے)**

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: (بیع کو) کُل (ڈھیری میں بیع جائز ہونے) کی طرف پھیرنا متعذر ہے کیونکہ مبیع (معلوم نہیں) اور (مبیع معلوم نہ ہونے کے سبب) ثمن (بھی) معلوم نہیں، تو بیع کو اَقل (یعنی: ایک قفیز) کی طرف پھیر اجائے گا اور یہ (اقل) معلوم ہے، مگر اس صورت میں (تمام ڈھیری میں بیع جائز ہے) جب تمام قفیز بیان کرنے سے یا مجلس میں ماپنے سے جہالت دور ہو جائے، یہ مسئلہ اس مسئلے کی طرح ہو گیا کہ اگر مرد اقرار کرے اور کہے کہ "فلاں کے مجھ پر تمام دراہم ہیں" تو اس پر بالاجماع صرف ایک درہم ہے۔

صاحبین علیہما الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: جہالت (مذکورہ) کو دور کرنا متعاقدین ہاتھ میں (یعنی: وہ یہ کرسکتے ہیں) اور اسکے مثل جہالت عقد کے صحیح ہونے سے غیر مانع ہے، جیسا کہ بائع جب دو غلاموں سے ایک کو بیچے اس طرح کہ مشتری کو اختیار ہو۔

پھر جب امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ایک قفیز میں بیع جائز ہے تو مشتری پر سودہ تبدیل ہونے کی وجہ سے اس کو اختیار ہے۔

اور اسی طرح کا حکم ہے (یعنی: مشتری کو اختیار ہے) جب مجلس میں ہی ماپا ہو یا تمام قفیز کو بیان کر دیا ہو اکیونکہ مشتری نے اس بات کو اب جانا ہے تو اس کو اختیار ہوگا، جیسا کہ جب مشتری مبیع کو دیکھے اور حال یہ ہو کہ وقتِ بیع اس نے مبیع کو دیکھا ہو (تو مشتری کو اختیار ہے)۔

(اور جس نے بکریوں کے ریوڑھ کو اس طرح بیچا کہ ہر بکری ایک درہم کے بدلے تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک (ایک بکری میں بھی بیع نہ ہوگی بلکہ) **تمام بکریوں میں بیع فاسد ہوگئی، اور اسی طرح کا حکم ہے** (یعنی: بیع فاسد ہوگئی) **جس نے کپڑے کو گز کی شرط لگا کر بیچا اس طرح کہ ہر گز ایک درہم کے بدلے اور تمام گز بیان نہ کیے)**

اور اسی طرح کا حکم ہے (یعنی: بیع فاسد ہے) ہر معدود متفاوت (کی بیع) کا۔

نوٹ:

اشیاء معدودہ کی دو اقسام ہیں: 1-معدود متقارب 2-معدود متفاوت

معدود متقارب: وہ اشیاء جن کو گن کر بیچا جائے لیکن ان کی قیمتوں میں تفاوت و تغایر نہ ہو۔ **معدود متفاوت:** وہ اشیاء جن کو گن کر بیچا جائے لیکن ان کی قیمتوں میں تفاوت و تغایر ہو۔

صاحبین علیہما الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

ان کے نزدیک تمام میں بیع جائز ہے اسی وجہ سے جو ہم نے کہا (یعنی: کیونکہ یہ دونوں ازالۂ جہالت پر قادر ہیں)۔

اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ایک میں بیع ہو جانی چاہیے تھی اسی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا مگر ریوڑھ سے میں سے ایک بکری کی بیع اور کپڑے میں سے ایک ذراع کی بیع تفاوت کی وجہ سے جائز نہیں (کیونکہ بائع اس میں خسیس دینا چاہے گا اور مشتری نفیس لینا چاہے گا تو یہ مفضی الی المنازعہ ہوا)۔

اور کھانے کی ڈھیری میں سے ایک قفیز کی بیع جائز ہے کیونکہ تفاوت نہیں تو جہالت اس میں جھگڑے کی طرف نہیں لے جاتی، اور پہلے مسئلے میں

جہالت منازعہ کی طرف لے جارہی ہے تو فرق واضح ہو گیا۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا(**اور جس نے کھانے کی ڈھیری خریدی اس طور پر کہ سو قفیز سو دراہم کے بدلے پھر مشتری نے سو سے کم پایا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو جو موجود ہے اس کو، ثمن میں سے اس موجود کے حصہ کے بدلے لے لے، اور اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر دے)**

نوٹ:

وصف: الوصف مالایقابلہ الثمن، کالذراع مقدار: المقدار مایقابلہ الثمن، کأشیاء المکیلی و الموزونی

تو مذکورہ متن میں جو مسئلہ ہے اس میں مقدار پائی جارہی ہے، اسی لیے مبیع کے مسمیٰ سے کم ہونے کے باوجود اسی کے مطابق ثمن میں کمی کر کہ بیع جائز ہو رہی ہے جبکہ آنے والے متن میں وصف پایا جائے گا اس لیے مبیع کے مسمیٰ سے کم ہونے باوجود ثمن میں کمی نہیں کی جائے گی کیونکہ وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا جبکہ مقدار کے مقابلہ میں ہوتا ہے، اسی بات کو مصنف علیہ الرحمہ آگے بیان فرمائیں گے۔

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مشتری پر سودہ متفرق ہو گیا تو موجود پر اس کی کمالِ رضا نہ ہوئی۔

اور اگر مشتری نے ڈھیری کو (سو قفیز سے) سے زیادہ پایا تو زیادتی بائع کے لیے ہو گی کیونکہ بیع ایک مقدار معین پر ہوئی ہے (اور مقدار کے مقابلہ میں ثمن ہوتا ہے کما ذکرت، اور مشتری یہ زیادتی لینا چاہتا ہے تو وہ ثمن میں مبیع کی زیادتی کے مطابق زیادتی کرے)، اور جو زائد مقدار ہے وہ وصف نہیں۔

(اور جس نے کوئی کپڑا خریدا اس طور پر کہ یہ کپڑا دس دراہم کے بدلے دس ذراع ہے یا جس نے کوئی زمین خریدی اس طور پر کہ یہ سو دراہم کے بدلے سو ذراع ہے پھر مشتری نے اس کو کم پایا تو مشتری کو اختیار ہے، اگر چاہے تو تمام ثمن کے بدلے اس کو لے لے، اور اگر چاہے تو بیع کو ترک کر دے (لیکن ثمن میں کمی نہیں کی جائے گی))

دلیل مسئلہ:

کیونکہ ذراع کپڑے میں وصف ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ذراع طول و عرض کا نام ہے۔

اور وصف کے مقابلہ میں کچھ بھی ثمن نہیں ہوتا، جیسا کہ حیوان کے اعضاء، اسی وجہ سے مشتری اس کو تمام ثمن کے بدلے لے گا،

بخلاف پہلے مسئلے کیونکہ (اس میں مقدار ہے اور) مقدار کے مقابلے ثمن ہوتا ہے، اسی وجہ سے مشتری جو موجود ہے اس کو، ثمن میں سے اس موجود کے حصہ کے بدلے لے گا مگر یہ کہ مشتری (آخذ و فسخ کا۔۔البنایہ) مختار ہوگا، کیونکہ جس پر عقد کیا گیا تھا اس کے بدلنے کی وجہ سے وصفِ مذکور فوت ہوگا تو مشتری کی رضا میں خلل آگیا۔

(اور اگر مشتری نے اس کو اتنے ذراع سے زیادہ پایا جو بائع نے بیان کیا تھا تو وہ مشتری کا ہے، اور بائع کو کوئی اختیار نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ ذراع صفت ہے تو یہ مسئلہ اس مسئلے کے مرتبے میں ہوگیا جب بائع عیب دار چیز بیچے پھر خریدنے کے بعد مشتری اس کو صحیح سلامت پائے (تو بائع کو کوئی اختیار نہیں)۔

(اور اگر بائع کہے کہ: میں نے آپ کو یہ بیچا، اس طور پر کہ یہ سو ذراع سو دراہم کے بدلے ہیں ہر ذراع ایک درہم کے بدلے پھر مشتری نے اس کو کم پایا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے ثمن میں سے اس چیز کے حصہ کے بدلے لے لے، اور اگر چاہے تو چھوڑ دے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ وصف اگرچہ تابع ہے لیکن وہ اصل (یعنی: مقدار) ہوگیا کیونکہ وصف ثمن ذکر کرنے میں منفرد ہے تو ہر ذراع کپڑے کے درجے میں اتر جائے گا، ایک اور دلیل یہ ہے کہ کیونکہ اگر مشتری اس موجود کو (جو کہ مسمیٰ سے کم ہے) تمام ثمن کے بدلے لے لے تو مشتری ہر ذراع کو ایک درہم کے بدلے لینے والا نہیں ہوگا (بلکہ ایک درہم سے کچھ زائد کا ایک ذراع پڑے گا فافھم)۔

(اور اگر مشتری اس کو زائد پائے تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو تمام کو اس طرح لے کہ ہر ذراع ایک درہم کے بدلے، اور اگر چاہے تو بیع کو فسخ کردے)

خیارِ فسخ بیع کی دلیل:

کیونکہ اگر مشتری کو ذراع میں زیادتی حاصل ہوجائے تو اس کو ثمن میں زیادتی بھی لازم ہوگی تو یہ ایسا نفع ہوگیا جس میں ضرر کا شائبہ ہے تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا۔

اور مشتری کو ثمن کی زیادتی اس لیے لازم ہو رہی ہے کیونکہ وصف اصل ہو چکا ہے، اور اگر مشتری اس کو کم دراہم کے بدلے لے تو مشتری ذراع کو اس کے بدلے لینے والا نہ ہو گا جو مشروط تھا (یعنی: ہر ذراع ایک درہم کے بدلے)۔

(اور جس نے گھر یا حمام کے سو ذراع میں سے دس ذراع خرید ا تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک بیع فاسد ہے، جبکہ صاحبین علیہما الرحمہ نے فرمایا کہ: یہ جائز ہے، اور اگر اس نے سو سہم (یعنی: حصوں) میں سے دس سہم خریدے تو بالاتفاق بیع جائز ہے)

صاحبین علیہما الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: سو ذراع میں سے دس ذراع یہ گھر کا دسواں حصہ ہے تو یہ دس ذراع دس سہم کے مشابہ ہو گیا۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: ذراع اس چیز کا نام ہے جس کے ذریعہ ناپا جائے لیکن اس کا اس چیز کے ساتھ استعارہ کیا گیا جس میں ذراع حلول کر جائے (یعنی: مبیع) اور وہ معین ہوتا ہے جب کہ مشاع ایسا نہیں ہوتا (اور متن میں مذکور پہلی صورت میں مشاع ہے) اور یہ (یعنی: مبیع) غیر معلوم ہے، بخلاف سہم کے (للتفصیل انظر الی البنایة)۔

اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ان دو صورتوں میں کوئی فرق نہیں جب مشتری کو تمام ذراع معلوم ہوں یا نہ ہوں، یہی صحیح مذہب ہے بخلاف امام خصاف کے (وہ کہتے ہیں کہ فساد بیع تب ہی ہے جب تمام ذراع معلوم نہ ہو۔۔ البنایہ) کیونکہ جہالت باقی ہے۔

(اور اگر کسی شخص نے عِدل (یعنی: گٹھڑی) خریدا اس طرح یہ دس کپڑے ہیں لیکن وہ نو یا گیارہ نکلے تو بیع فاسد ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ (نو والی صورت میں ۔۔ فتح القدیر) مبیع اور (گیارہ والی صورت میں ۔۔ فتح القدیر) ثمن مجہول ہے۔

(اور اگر ہر کپڑے کا ثمن بیان کر دے تو (مسمیٰ سے) کم والی صورت میں اس کی مقدار کے بدلے جائز ہے، اور (مسمیٰ سے) زیادتی والی صورت میں جائز نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ دسویں مبیعہ (یعنی: دسواں کپڑا مجہول ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک کم والی صورت میں بھی جائز نہیں اور یہ صحیح نہیں ہے۔

بخلاف اس مسئلے کے کہ جب مشتری نے دو کپڑے اس شرط پر خریدے کہ دونوں "ہروی" ہیں ، لیکن ان میں سے ایک کپڑا "مروی" نکلا تو یہاں دونوں میں بیع جائز نہیں، اگرچہ ہر ایک کے ثمن کو بیان کر دے، کیونکہ اس نے "ہروی" میں جوازِ عقد کے لیے "مروی" میں قبول کو شرط قرار دیا ہے، اور یہ شرط، شرطِ فاسد ہے، اور معدوم میں کسی قبول کی شرط نہیں لگائی جاتی تو دونوں مسئلے الگ الگ ہو گئے (اس طرح کہ: شرطِ فاسد تو دونوں میں ہے لیکن پہلے مسئلے میں ایک کپڑا معدوم تھا تو شرط فاسد معدوم میں مؤثر نہیں ہوتی جبکہ آخری مسئلے مبیع معدوم نہیں بلکہ وصفِ مسمیٰ متفرق ہے تو یہاں شرطِ فاسد مؤثر ہو گی اور اس کا اثر فسادِ عقد ہے، تو اس طرح مسئلے الگ الگ ہو گئے)۔

(اور اگر مشتری نے ایک کپڑا خریدا اس شرط پر کہ یہ دس ذراع ہے ہر ذراع ایک درہم کے بدلے، لیکن وہ ساڑھے دس یا ساڑھے نو نکلا، تو امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ: پہلی صورت میں مشتری کپڑے کو دس دراہم کے بدلے بغیر اختیارِ فسخ لے گا، اور دوسری صورت میں اگر چاہے تو نو دراہم کے بدلے لے لے، امام ابویوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ: پہلی صورت میں اگر چاہے تو گیارہ دراہم کے بدلے لے لے، اور دوسری صورت میں چاہے تو دس دراہم کے بدلے لے لے، امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ: پہلی صورت میں اگر چاہے تو ساڑھے دس دراہم کے بدلے لے لے، اور دوسری صورت میں ساڑھے نو دراہم کے بدلے لے لے اور مشتری مختار ہو گا)

امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل:

کیونکہ درہم کے بدلے ذراع کے مقابلہ کی ضرورت میں سے یہ ہے کہ اس نصف کپڑے کا مقابلہ نصف درہم کے بدلے ہو، تو نصف کپڑے پر مقابلہ کا حکم جاری ہو گا۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل:

بائع نے جب تمام ذراع کو اس کے بدل کے ساتھ علیحدہ علیحدہ طور پر ذکر کر دیا تو ہر ذراع علیحدہ طور پر ایک کپڑے کے مرتبے میں اتر گیا (تو گیا کہ پہلی صورت میں گیارہ کپڑے تھے اور دوسری میں دس)، اور کپڑا اکم ہے (اور جب کپڑے کو اس طرح بیچا جائے کہ ہر ذراع کی

قیمت علیحدہ بیان کر دی جائے پھر ذراع کم نکل آئے تو ثمن میں کچھ بھی کمی نہیں ہوتی۔۔البنایہ)۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل:

ذراع اصل میں وصف ہے (جس کے مقابلے میں ثمن نہیں ہوتا۔۔البنایہ) اور وصف مقدار (یعنی: اصل) کا حکم صرف شرط کے ساتھ لیتا ہے (یعنی: مشتری ہر ذراع کے ثمن کو علیحدہ طور پر بیان کر دے) اور شرط ذراع کے ساتھ مقید ہے اور جب شرط نہ پائی جائے تو حکم اصل کی (یعنی: اصلِ ذراع یعنی: وصف) کی طرف لوٹ آتا ہے۔

اور قول یہ ہے کہ وہ سوتی کپڑا جس جوانب مساوی ہوں تو مشتری کے لیے (اس کپڑے میں) مشروط پر زیادتی درست نہیں کیونکہ یہ موزونی چیز کے مرتبے میں ہے اس طرح کہ مسمیٰ سے بدل جانا اس کو ضرر نہیں دیتا۔

اور اس ہی پر مشائخ نے فرمایا کہ: کرباس کے ذراع کی بیع جائز ہے

فصل

(اور جس نے کوئی گھر بیچا تو بیع میں اس گھر کی عمارت (یعنی: دیواریں اور چھت) **داخل ہو گی اگرچہ بائع اس کو بیان نہ کرے)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ گھر کا نام عرف میں صحن اور عمارت کو شامل ہوتا ہے، اور کیونکہ عمارت کا صحن کے ساتھ اتصالِ قرار ہوتا ہے تو یہ صحن کا تابع ہو گا۔

(اور جس نے کوئی زمین بیچی تو اس میں کھجور کے درخت اور شجر شامل ہوں گے اور چہ بائع نے اس کو بیان نہ کیا ہو)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ شجر کا زمین کے ساتھ اتصالِ قرار ہے تو یہ عمارت کے مشابہ ہو گیا۔

(اور کھیتی زمین کی بیع میں بیان کر کے ہی داخل ہو گی)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ کھیتی کا زمین کے ساتھ فصل کے لیے اتصال ہے (یعنی: اتصالِ قرار نہیں) تو کھیتی اس سامان کی مشابہ ہو گئی جو زمین میں ہوتا ہے۔

(اور جس نے کھجور کا درخت یا (مطلق) درخت بیچا جس میں پھل لگا ہوئے تھے تو پھل بائع کے ہوں گے، مگر اس صورت میں کہ مشتری شرط لگادے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ: "جس نے کوئی ایسی زمین خریدی جس میں کھجور کا درخت تھا تو پھل بائع کے لیے ہے مگر اس صورت میں کہ مشتری شرط لگادے"۔

ایک اور دلیل یہ ہے پھل کا درخت سے اتصال اگرچہ خلقۃً ہے لیکن یہ کاٹنے کے لیے نہ کہ لگے رہنے دینے کے لیے تو یہ کھیتی کی طرح ہو گیا۔

(اور بائع سے کہا جائے گا کہ پھل کاٹ لے اور مبیع مشتری کو سپرد کردے)

اسی طرح کا حکم ہے جب زمین میں کھیتی ہو۔

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مشتری کی ملکیت بائع کی ملکیت سے مشغول ہو گئی ہے تو بائع پر مشتری کی ملکیت کو صاف کرنا اور مشتری کی ملکیت کو سپرد کرنا لازم ہے، جیسا کہ جب مشتری کی ملکیت میں (بائع کا۔۔ماخوذ من البنایہ) سامان ہو۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا: (پھل) کو (درخت پر۔۔البنایہ) لگے رہنے دیا جائے گا حتی کہ درست پھل ظاہر ہو جائے، اور کھیتی کو کاٹ لیا جائے گا، کیونکہ عادۃً جو چیز سپرد کی جاتی ہے اس کو سپرد کرنا واجب ہے، اور عادۃً (پھل کو) اس طرح (یعنی: درست ہونے یعنی: میٹھا ہونے) سے پہلے نہیں کاٹا جاتا، تو اس کا حکم اس مسئلے (کے حکم) کی طرح ہو گیا جب مدت اجارہ ختم ہو جائے اور زمین میں کھیتی موجود ہو (تو اس کو کھیتی کی کٹائی تک مؤخر کیا جائے گا۔۔البنایہ)۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے استدلال کا رد:

ہم نے کہا کہ: یہاں (یعنی: امام شافعی علیہ الرحمہ کا مقیس علیہ یعنی: کھیتی کے مسئلے میں) بھی (زمین کو) سپرد کرنا واجب ہے حتیٰ کہ اس سپرد کرنے کو اجرت کے بدلے ترک کیا جائے گا، اور عوض (یعنی: اجرت) کو سپرد کرنا معوَّض (یعنی: زمین) کو سپرد کرنے کی طرح ہے،

اور صحیح قول کے مطابق اس میں کوئی فرق نہیں کہ پھل کی کوئی قیمت ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں پھل بائع کا ہو گا کیونکہ دو روایتوں میں سے اصح روایت کے مطابق (اس) پھل کی (الگ سے) بیع کرنا جائز ہے، اسی کے مطابق جو ہم بیان کریں گے، تو (پھل) درخت کی بیع میں بغیر ذکر کیے داخل نہیں ہو گا۔

بہر حال جب زمین بیچ ڈالی اور زمین کے مالک نے اس میں بیج بو دیے تھے، اور بعد میں بیج نہ اُگے تو وہ بیج بیع میں داخل نہیں، کیونکہ بیج زمین میں امانۃ رکھے گئے ہیں جیسا کہ سامان،

اور اگر وہ بیج اگ جائیں اور ان کی کوئی قیمت نہ ہو تو ایک قول یہ ہے کہ وہ بیج بیع میں داخل نہیں ہو گا، اور ایک قول یہ ہے کہ داخل ہو گا، گویا کہ یہ اس اختلاف کی بنیاد ہے جو بیج کی بیع کے جائز ہونے کے بارے میں ہے قبل اس کے کہ بیج کو مشافر (یعنی: اونٹ کے ہونٹ) اور مناجل (یعنی: جس سے کھیتی کاٹی جاتی ہے) پہنچے۔

اور کھیتی اور پھل، حقوق اور مرافق (یعنی: مصالحِ زمین) کو ذکر کرنے سے داخل نہیں (جیسے: مشتری کہے کہ میں اس زمین کو اس کے تمام حقوق و مرافق کے ساتھ خریدا) کیونکہ کھیتی اور پھل حقوق و مرافق میں سے نہیں۔

اور اگر مشتری کہے کہ: اس کے (یعنی: ارض یا شجر کے) حقوق میں سے ہر قلیل و کثیر کے ساتھ (میں نے زمین یا درخت خریدا) جو کہ زمین میں کھیتی اور درخت پر پھل بائع کے ہیں، یا (مشتری) یہ کہے کہ (میں نے یہ ارض یا شجر) اس کے (یعنی: ارض یا شجر کے) مصالح میں سے (ہر قلیل و کثیر کے ساتھ خریدا) تو کھیتی اور پھل بیع میں داخل نہیں ہوں گے اسی وجہ سے جو ہم نے کہا (کہ کھیتی اور پھل حقوق و مرافق میں سے نہیں)۔

اور اگر (پچھلے قول میں یعنی: میں نے یہ ارض یا شجر ہر قلیل و کثیر کے ساتھ خریدا جو زمین میں کھیتی اور درخت پر پھل بائع کے ہیں۔۔ مأخوذ من الفتح القدیر) من حقوقھا یا من مرافقھا نہ کہے (بلکہ اس بات پر اقتصار کرے جو فتح القدیر کے حوالے سے قوسین میں مذکور ہے) تو کھیتی اور پھل بیع میں داخل ہوں گے۔

بہر حال کٹے ہوئے پھل اور کٹی ہوئی کھیتی بیع میں اسی صورت میں داخل ہوں گی جب اس بات کی صراحت کر دی جائے کیونکہ یہ دونوں (اس)

سامان کے مرتبے میں ہیں (جو زمین میں رکھا ہوتا ہے۔۔البنایہ)۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(جس نے کوئی ایسا پھل خریدا کہ اس کا درست پھل ظاہر نہ ہوا ہو، یا ظاہر ہو چکا ہو تو اس کی بیع جائز ہے)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہ مال متقوَّم ہے، (یہ مالِ متقوم اس لیے ہے) کیونکہ یا تو اس سے ابھی فورا نفع اٹھایا جاسکتا ہے یا (ابھی نہیں تو) مستقبل میں نفع اٹھایا جائے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ پھل کی بیع بدوِصلاح (یعنی: درست پھل ظاہر ہونا) سے قبل جائز نہیں، اور پہلا قول **(الذی ذُکر فی المتن)** زیادہ صحیح ہے۔

(اور مشتری پر پھل کو (درخت سے) **فورا اتارنا لازم ہے)**

دلیل مسئلہ:

بائع کی ملکیت کو صاف کرنے کی وجہ سے۔

اور یہ (یعنی: اس بیع کا جائز ہونا) تب ہے مشتری پھل کو مطلقا (یعنی: بغیر کوئی شرط لگائے) خریدا ہو یا (درخت سے پھل کو) اتارنے کی شرط کے ساتھ خریدا ہو (نہ کہ پھل کو درخت پر لگے رہنے دینے کی شرط لگائی ہو)۔

(اور اگر مشتری نے پھل کو (درخت پر) **لگے رہنے دینے کی شرط لگائی تو بیع فاسد ہے)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد بیع تقاضا نہیں کر رہا (اور جس شرط کا عقد بیع تقاضا نہ کرے وہ شرط شرطِ فاسد ہوتی ہے)، اور یہ (یعنی: پھل کو لگے رہنے دینے کی شرط لگانا۔۔البنایہ) دوسرے (یعنی: بائع) کی ملکیت کو مشغول کرنا ہے، یا یہ (یعنی: پھل کو لگے رہنے دینے کی شرط کے ساتھ بیع) ایک سودے میں دوسرا سودا کرنا ہے اور وہ (سودہ) بیع میں اعارہ یا اجارہ ہے (یعنی: اگر بائع بغیر عوض کے پھل کو لگے رہنے دے تو یہ اعارہ ہے، اگر اس کے بدلے عوض لے تو یہ اجارہ ہے تو بیع کے ساتھ ان دونوں میں سے کوئی ایک پایا جا رہا ہے تو ایک سودے میں دوسرا سودا ہوا)

اسی طرح کا حکم کھیتی کی لگے رہنے دینے کی شرط کے ساتھ بیع کرنے کا ہے اسی وجہ سے جو ہم نے کہا (یعنی: کیونکہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد بیع

تقاضا نہیں کر رہا)۔

اور شیخین علیہما الرحمہ کے نزدیک اسی طرح کا حکم ہے (یعنی: بیع فاسد ہو جائے گی) جب پھل کا بڑھنا اپنی انتہاء کو پہنچ چکا ہو (اور اس میں لگے رہنے دینے کی شرط بھی لگائی ہو۔۔البنایہ)

اور امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو عادت کی وجہ سے استحسانا جائز قرار دیا ہے، بخلاف اس صورت کے کہ جب پھل کا بڑھنا اپنی اانتہاء کو نہ پہنچا ہو (تو اس صورت میں امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی بیع فاسد ہے) کیونکہ مشتری نے اس جزء کی شرط لگائی جو ابھی پایا ہی نہیں جاتا اور وہ (جزء جو ابھی معدوم ہے وہ) زمین کی وجہ سے بڑھتا ہے یا درخت کی وجہ سے۔

اور اگر مشتری نے پھل مطلقا خریدا (یعنی: کوئی شرط نہ لگائی) اور پھل کو بائع کی اجازت سے لگے رہنے دیا تو اب (جو پھل میں) زیادتی (ہوئی ہے وہ) مشتری کے لیے حلال ہے، اور اگر مشتری نے بائع کی اجازت کے بغیر لگے رہنے دیا تھا تو اب مشتری اس کو صدقہ کرے گا جو اس پھل میں اضافہ ہوا ہے، کیونکہ پھل میں جو زیادتی حاصل ہوئی ہے وہ ممنوع طریقہ سے حاصل ہوئی ہے۔

اور اگر مشتری نے پھل بڑھنے کی انتہاء کو پہنچنے کے بعد اس کو (درخت) پر لگے رہنے دیا) تو مشتری کچھ بھی صدقہ نہ کرے گا، کیونکہ یہ (یعنی: انتہاء کو پہنچنے کے بعد جو زیادتی ہوئی ہے وہ پھل کی) حالت کو بدلنا ہے نہ کہ زیادتی ثابت کرنا۔

اور اگر مشتری نے پھل کو مطلقا خریدا اور اس کو درخت پر لگے رہنے دیا، اور حال یہ کہ مشتری نے درخت کو پھل کے پکنے تک اجارہ پر لے لیا تو مشتری کے لیے زیادتی حلال ہے، کیونکہ اجارہ تو عرف اور حاجت نہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے تو اجازت معتبر بچ گئی، بخلاف اس صورت کے کہ جب مشتری نے کھیتی خریدی اور کھیتی کے پکنے تک زمین اجرت پر لے لی اور کھیتی کو زمین پر لگے رہنے دیا، تو یہاں مشتری کے لیے زیادتی حلال نہیں کیونکہ اجارہ (کھیتی کے پکنے کا وقت) معلوم نہ ہونے کی وجہ سے فاسد ہے تو اس جہالت نے بری چیز (یعنی: غیر حلال) چیز کا وارث بنایا ہے۔

اور اگر مشتری نے پھل کو مطلقا خریدا (اور پھل لگے رہنے کی مدت میں) قبضہ سے قبل دوسرا پھل نکل آیا تو بیع فاسد ہے، کیونکہ اب بائع کے لیے مبیع سپرد کرنا ممکن نہیں، کیونکہ اب فرق کرنا (اس پھل کے درمیان جو بیع کے بعد نکلا ہے اور اس کے درمیان جو بیع سے پہلے نکلا ہے۔۔البنایہ) متعذر ہے۔

اور اگر دوسرا پھل قبضہ کے بعد نکلا تو (بیع فاسد نہیں۔۔البنایہ، بلکہ) بائع و مشتری اس میں (مبیع کے غیر مبیع سے۔۔البنایہ) اختلاط کی وجہ سے مشترک ہوں گے، اور اسکی مقدار کے متعلق مشتری کا قول معتبر ہے کیونکہ مبیع مشتری کے قبضہ میں ہے۔

اسی طرح کا حکم ہے (یعنی: بیع جائز نہیں) بیگن اور خربوزہ میں۔

اور خلاصی (یعنی: اس کے جواز میں حیلہ۔۔البنایہ) یہ ہے کہ مشتری اس کی جڑیں خرید لے تاکہ زیادتی مشتری کی ملکیت پر ہی حاصل ہو۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ **(یہ جائز نہیں کہ بائع پھل بیچے اور اس میں سے معلوم رطل کا استثناء کر دے)**

بخلاف امام مالک علیہ الرحمہ کے۔

دلیل مسئلہ:

کیونکہ استثناء کے بعد جو چیز بچ رہی ہے وہ (وزن کے اعتبار سے) مجہول ہے۔

بخلاف اس صورت کے جب بائع بیچے اور معین درخت کا استثناء کر دے (تو یہ بیع جائز ہے) کیونکہ (استثناء کے بعد) معلوم مشاہد چیز بچی ہے۔

ضابطہ:

وہ چیزیں جن کی علیحدہ علیحدہ بیع ہوتی ہے ان کا استثناء بھی جائز ہے، اور وہ چیزیں جن کی بیع علیحدہ علیحدہ نہیں ہوتی ان کا استثناء بھی جائز نہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے فرماتے ہیں: مشائخ نے فرمایا کہ یہ (یعنی: امام قدور علیہ الرحمہ کا قول۔۔البنایہ، یعنی: متن) یہ حسن کی روایت ہے اور یہی امام طحاوی علیہ الرحمہ کا قول ہے۔

بہر حال ظاہر الروایہ کے مطابق چاہیے کہ یہ بیع (جو کہ متن میں مذکور ہے) جائز ہو کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ وہ چیز جس پر علیحدہ طور پر جائز ہے اس کا عقد سے استثناء بھی جائز ہے۔

اور ڈھیری میں سے ایک قفیز کی بیع جائز ہے، اسی طرح اس کا استثناء بھی جائز ہے، بخلاف حمل کے اور اعضائے حیوان کے استثناء کے، کیونکہ ان کی بیع جائز نہیں تو ان کا استثناء بھی جائز نہیں۔

(گندم کی بیع اس کی بالی میں اور لوبیہ کی بیع اس کے چھلکے میں جائز ہے)

اسی طرح چاول اور تِل کی بیع (ان کے اپنے چھلکوں میں جائز ہے

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مؤقف:

فرمایا کہ: ہرے لوبیہ (یعنی: کچا لوبیہ) کی بیع جائز نہیں، اسی طرح اخروٹ، بادام اور پستہ کی بیع ان کے پہلے پہلے چھلکوں میں جائز نہیں، اور بالی کے بارے میں ان کے دو اقوال ہیں۔

احناف کا مؤقف:

ہمارے نزدیک یہ سب جائز ہیں۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل:

جس چیز پر عقد کیا گیا ہے وہ اس چیز میں پوشیدہ ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں، تو یہ ترابِ صاغہ (یعنی: سونار کے دوکان کی مٹی کہ جس میں سونے چاندی کے ذرات ملے ہوتے ہیں) کے مشابہ ہو گیا جب اس کو اس کی اپنی جنس (یعنی: ترابِ صاغہ) سے بیع کی جائے۔

احناف کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ "آپ ﷺ نے کھجور کے درخت کی بیع سے منع فرمایا حتیٰ کہ وہ پک جائے، اور بالی کی بیع سے حتیٰ کہ وہ سفید ہو جائے اور آفت سے محفوظ رہے"۔

ایک اور وجہ یہ ہے کہ گندم ایسا دانہ ہے جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے تو اسکی بیع اس کی بال میں بھی جائز ہے جیسا کہ جو، اور جو چیز ان دونوں میں جمع ہو رہی ہے وہ مال متقوم ہونا ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے استدلال کا رد:

بخلاف تراب صاغہ کے کیونکہ اس کی بیع احتمالِ ربا کی وجہ سے جائز نہیں (کیونکہ احتمالِ ربا، ربا ہے)، حتیٰ کہ اگر اس نے تراب صاغہ کو اس کے خلاف جنس کے بدلے بیچا تو بیع جائز ہے، اور ہمارے مسئلے میں بھی اگر وہ اس کی جنس کے بدلے بیع کرے تو جائز نہیں کیونکہ ربا کا شبہہ ہے کیونکہ جو بالی کے اندر ہے وہ اس کی مقدار کو نہیں جانتا۔

(اور جس نے کوئی گھر بیچا تو بیع میں اس کے تالوں کی چابیاں بھی داخل ہوں گیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ تالے گھر کی بیع میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ تالے گھر کی بقاء کے لیے گھر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں، اور چابیاں تالوں کی بیع میں بغیر بیان کیے داخل ہوتی ہیں کیونکہ چابی تالے کا جزء ہے، کیونکہ تالے سے چابی کے بغیر نفع نہیں اٹھایا جاتا۔

فرمایا(**اور ماپنے والے کی اجرت اور ثمن پرکھنے والے کہ اجرت بائع پر لازم ہے**)

بہر حال ماپنا تو یہ مبیع سپرد کرنے کے لیے ضروری ہے، اور مبیع سپرد کرنا بائع پر لازم ہے۔

اور اس بیع کا معنیٰ تب ہے جب ماپ کر بیچا جائے۔

اسی طرح وزن کرنے والے کی اجرت، اور ناپنے والے کی اجرت، گننے والے کی اجرت (بھی بائع پر ہے)۔

بہر حال پرکھنا، تو (اس کے متعلق متن میں) جو مذکور ہے ابن رستم کی امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے، کیونکہ پرکھنا ثمن سپرد کر دینے کے بعد ہوتا ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ثمن سپرد کرنا وزن کرنے کے بعد ہوتا ہے، اور بائع ہی پرکھنے کا محتاج تاکہ وہ غیر سے فرق کر سکے اس چیز میں جس کے ساتھ اس کا حق متعلق ہے یا وہ عیب جان سکے تاکہ ثمن لوٹا دے،

اور امام محمد علیہ الرحمہ سے ابن سماعہ کی روایت یہ ہے کہ پرکھنے کی اجرت مشتری پر ہے کیونکہ مشتری مقررہ عمدہ ثمن کو سپرد کرنے کا محتاج ہے،

اور عمدگی پرکھنے سے پہچانی جاتی ہے جیسے مقدار وزن سے جانی جاتی ہے تو یہ مشتری پر ہی لازم ہو گا۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا(**اور ثمن کے وزن کرنے والے کی اجرت مشتری پر لازم ہے**)

دلیل مسئلہ:

اسی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا کہ مشتری ہی ثمن سپرد کرنے کا محتاج ہے، اور سپرد کرنا وزن کر کے ہی متحقق ہوتا ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا(**اور جس نے سامان کو ثمن کے بدلے بیچا، تو مشری کو کہا جائے گا کہ پہلے ثمن دے**)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مشتری کا حق مبیع میں (ثمن دینے سے پہلے بھی) متعین ہے (لیکن بائع کا حق ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے متعین نہیں) تو پہلے ثمن دیا جائے گا تاکہ بائع کا حق قبضہ کرنے سے متعین ہو جائے، کیونکہ ثمن متعین نہیں ہوتا (یعنی: جو نوٹ دکھا کر ایجاب یا قبول کیا اسی کو دینا

لازم نہیں ہوتا تو اسی وجہ سے بائع کا حق ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے متعین نہیں)۔

(یہ جو حکم ہے کہ مشتری پہلے ثمن دے یہ) مساواۃ کو ثابت کرنے (یعنی: برابری کرنے) کے لیے ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور جس نے سامان کی بیع سامان کے بدلے کی یا ثمن کی بیع ثمن کے بدلے کی تو دونوں سے کہا جائے گا کہ ایک ساتھ سپرد کرو)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ بائع و مشتری تعیین اور عدم تعیین میں برابر ہیں، تو دینے میں کسی ایک کو مقدم کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔

باب خیار الشرط

"خیار الشرط" میں حکم کی اضافت سبب کی طرف ہے یعنی: اختیار حاصل ہونا حکم ہے جبکہ شرط لگانا اس کا سبب ہے۔

(بیع میں خیارِ شرط بائع اور مشتری کے لیے جائز ہے، اور ان دونوں کو تین دن یا اس سے کم کا خیار حاصل ہے)

دلیل مسئلہ:

اور اس میں دلیل وہ ہے جو مروی ہے: کہ حبان بن مُنقِذ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ خرید و فروخت میں دھوکہ کھا جایا کرتے تھے، تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا "جب تم خرید و فروخت کرو تو کہو کوئی دھوکہ نہیں اور مجھے تین دن کا اختیار ہے"۔

(اور یہ اختیار تین دن سے زیادہ جائز نہیں)

امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک، اور یہی قول امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا ہے۔

صاحبین علیہما الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا کہ یہ (یعنی: تین دن سے زائد اختیار ہونا) جائز ہے جبکہ مشتری ایک معلوم مدت بیان کر دے، کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ ہے کہ "آپ نے دو مہینوں تک اختیار کو درست قرار دیا، ایک اور وجہ یہ ہے: کیونکہ اس اختیار کو غور و فکر کی حاجت کے لیے مشروع کیا گیا تا کہ دھوکہ دور ہونا ہو جائے، اور کبھی تین دن سے زائد کی حاجت پیش آتی ہے، تو یہ ثمن کی مدت مقرر کرنے کی طرح

ہو گیا۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: اختیار کی شرط عقدِ بیع کے تقاضے کے خلاف ہے اور وہ (یعنی: عقدِ بیع کا تقاضا بیع کا) لازم ہو جانا ہے، اور ہم نے اس اختیار کو خلاف قیاس جائز قرار دیا ہے اس وجہ سے جو نص ہم نے روایت کی، تو جو مدت نص میں مذکور ہے اس پر اکتفاء کیا جائے گا، اور (تین دن پر۔۔البنایہ) زیادتی ختم ہو گئی۔

(اختیار تین دن سے زیادہ جائز نہیں، لیکن تین دن سے زیادہ ذکر کیا) مگر بیع کو تیسرے دن نافذ کر دیا تو یہ امام اعظم علیہ الرحمہ نزدیک جائز ہے، بخلاف امام زفر علیہ الرحمہ کے وہ کہتے ہیں کہ بیع فاسد منعقد ہوئی تو یہ جائز ہو کر نہیں لوٹ سکتی۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ: اس شخص نے (جس کو خیار حاصل ہے) بیع فاسد کرنے والی چیز (یعنی: چوتھے دن کی شرط لگانا۔۔البنایہ) کو بیع کے لازم ہونے سے پہلے ساقط کر دیا تو یہ جائز ہو کر لوٹے گی، جیسا کہ جب بائع کوئی چیز نشانی کے ساتھ بیچے اور اس کو مجلس میں بیان کر دے۔

اور کیونکہ فساد چوتھے دن کے اعتبار سے ہے، پھر جب اس نے بیع چوتھے دن سے پہلے نافذ کر دیا تو مُفسد عقد سے ملا ہی نہیں، اسی وجہ سے ایک قول یہ ہے کہ: عقد چوتھے دن کے ایک جزء کے گزرنے سے فاسد ہو جاتا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ (فاسد تو نہیں ہوتا لیکن) فاسد منعقد ہو جاتا ہے پھر یہ فساد شرط کو ختم کرنے سے دور ہو جاتا ہے اور یہ پہلے قول کی تعلیل ہے۔

(اور اگر مشتری نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اگر وہ تیسرے دن تک ثمن نہ دے تو اس کے درمیان اور بائع کے درمیان کوئی بیع نہیں تو یہ جائز ہے، اور "چار دن تک" کہے تو شیخین علیہما الرحمہ کے نزدیک بیع جائز نہیں، امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ: چوتھے دن اور اس سے زائد دن تک بھی جائز ہے، پھر اگر (تین دن سے زائد کا بول کر) **تیسرے دن ثمن دے دے تو تمام کے نزدیک جائز ہے)**

اس مسئلے میں اصل یہ ہے کہ یہ (یعنی: اس شرط کے ساتھ خریدنا) خیار کی شرط رکھنے کے معنٰی میں ہے کیونکہ ثمن نقد (یعنی: فورا) نہ دینے کہ صورت میں بیع کو فسخ کرنے کی حاجت پیش آتی ہے تاکہ فسخ میں ٹال مٹول سے بچا جائے تو یہ مسئلہ خیار شرط کے ساتھ ملحق ہو گیا۔

اور تحقیق امام اعظم علیہ الرحمہ ملحَق بہ (یعنی: خیار شرط۔۔البنایہ) میں اپنی اصل پر گئے ہیں، اور تین دن پر زیادتی کو منع کیا۔

اسی طرح امام محمد علیہ الرحمہ بھی زیادتی کو جائز کرنے میں (اپنی اصل پر گئے ہیں۔۔ البنایہ)۔

جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے اصل میں حدیث مبارکہ کو لیا اور اس مسئلے میں قیاس کو لیا۔

اور اس مسئلے میں ایک اور قیاس ہے، اور اسی کی طرف امام زفر علیہ الرحمہ مائل ہوئے ہیں (وہ قیاس یہ ہے) کہ یہ ایسی بیع ہے جس میں اقالہ فاسدہ کی شرط لگائی ہے کیونکہ اقالہ کا تعلق شرط کے ساتھ ہے، اور بیع میں صحیح اقالہ شرط لگانا عقد کو فاسد کر دیتا ہے تو فاسد اقالہ کی شرط لگانا بدرجہ اولی عقد کو فاسد کر دے گا اور وجہ استحسان وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور بائع کا خیار مبیع کے بائع کی ملکیت سے نکلنے سے مانع ہے)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہ سبب (یعنی: بیع۔۔فتح) باہم رضامندی سے ہوتا ہے، اور رضامندی اختیار کے ساتھ تام نہیں ہوتی۔

اسی وجہ سے بائع کا عتق نافذ ہو جائے گا، اور مشتری اس میں تصرف کا مالک نہیں ہوگا اگرچہ مشتری نے بائع کی اجازت سے قبضہ کیا ہو۔

(اور اگر مشتری مبیع پر قبضہ کرلے اور مبیع مدتِ خیار (جو کہ بائع کے لیے ہے) **میں مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو مشتری قیمت کا ضامن ہوگا)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ بیع مبیع کے ہلاک ہونے سے فسخ ہو جاتی ہے کیونکہ بیع موقوف تھی، اور محل (یعنی: مبیع) کے بغیر کوئی نفاذ نہیں مبیع مشتری کے ہاتھ میں مقبوض بچ گئی سوم شراء کے طور پر (سوم شراء کا معنی یہ ہے کہ: بھاؤ تاؤ کرکے مبیع دکھانے کے لیے گھر لے جانا) اور اس میں قیمت لازم ہوگی۔

اور اگر مبیع بائع کے ہاتھ میں ہلاک ہوئی تو بیع فسخ ہو جائے گی اور مشتری پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا مطلق صحیح بیع پر قیاس کرتے ہوئے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ **(اور مشتری کا خیار مبیع کے بائع کی ملکیت سے نکلنے سے مانع نہیں)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ بیع جانبِ آخر (یعنی: بائع کی جانب میں) لازم ہے (کیونکہ اس کو کوئی خیار نہیں)، اور یہ اس لیے ہے کیونکہ خیار صرف بدل کے اس شخص

کی ملکیت سے نکلنے سے مانع ہے جس کو خیار ہے، کیونکہ خیار اس شخص پر شفقت کرنے کے لیے مشروع ہے جس کو اختیار ہے نہ دوسرے پر شفقت کے لیے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا (**مگر مشتری مبیع کا مالک نہیں ہوگا**)

امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک۔

صاحبین علیہما الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا کہ: مشتری مبیع کا مالک ہوگا کیونکہ جب مبیع بائع کی ملکیت سے نکل گئی پھر اگر یہ مشتری کی ملکیت میں داخل نہ ہوگی تو یہ زائل ہو جائے نہ کہ مالک کی طرف (جائے گی)، اور شریعت میں یہ مشہور نہیں ہے۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: ثمن جب مشتری کی ملکیت سے نہیں نکلا پھر اگر ہم (صاحبین علیہما الرحمہ کے قول کے مطابق) کہیں کہ مبیع مشتری کی ملکیت میں داخل ہو جائے گی تو ضرور دو بدل (یعنی: ثمن اور مبیع) ایک شخص کی ملکیت میں جمع ہو جائیں گے معاوضہ کے حکم کے اعتبار سے (حالانکہ معاوضہ کے حکم کے اعتبار سے ایسا ہوتا نہیں بلکہ ایک بدل مبیع کے پاس جاتا ہے اور ایک مشتری کے پاس لیکن یہاں معاوضہ کے حکم کے اعتبار سے ایک ہی شخص کی ملکیت میں دونوں بدل آرہے ہیں جو کہ باطل ہے)، اور شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، کیونکہ معاوضہ برابری کا تقاضا کرتا ہے، اور کیونکہ خیار مشتری پر شفقت کے لیے مشروع کیا گیا ہے تاکہ وہ غور و فکر کر لے تو یہ خیار اسی مصلحت پر موقوف رہے گا اور اگر (مبیع کی) ملکیت (مشتری کی ملکیت میں۔۔البنایہ) ثابت ہو تو بہر بار ایسا ہوتا ہے کہ مشتری کے اختیار کے بغیر اس پر آزادی ہو جاتی ہے وہ اس طرح کہ مبیع (یعنی: غلام) مشتری کا قریبی رشتہ دار ہو (یعنی: ذی رحم محرم ہو) تو شفقت فوت ہو جائے گی (مبیع کے مشتری کی ملکیت میں آنے کی وجہ سے)۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ (**اور اگر مبیع مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی تو وہ ثمن کے بدلے ہلاک ہوگی** (یعنی: مشتری اس مبیع کا ثمن ادا کرے گا))

ااور اسی طرح کا حکم ہے جب مبیع میں عیب آجائے بخلاف اس صورت کے جب خیار بائع کا ہو (یعنی: جب بائع کا خیار ہو اور مبیع مدتِ خیار میں مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو اب مشتری پر (بجائے ثمن کے) قیمت لازم ہو گی۔۔البنایہ)۔

نوٹ:

مارکیٹ ریٹ کو قیمت کہتے ہیں، اور بائع و مشتری کے درمیان جو طے پایا اس کو ثمن کہتے ہیں چاہے اس میں مارکیٹ ریٹ کے مقابلے میں کتنی ہی کمی زیادتی ہو۔

وجہِ فرق:

وجہِ فرق یہ ہے کہ مبیع میں جب (مشتری کے ہاتھ میں) عیب آجائے (اور اختیار مشتری کا ہی ہو) تو یہ بیع کو رد کرنے سے مانع ہے، اور ہلاک عیب کے مقدمہ سے خالی نہیں ہوتا (یعنی: کوئی چیز ہلاک ہو جائے اور اس میں عیب نہ آئے ایسا نہیں ہوتا) کہ پھر (وہ عیب کے بغیر) ہلاک ہو جائے، اور تحقیق عقد پورا ہو چکا تو مشتری پر ثمن لازم ہو گا، بخلاف اس صورت کے جو گزری (یعنی: بائع کو خیار ہے اور مبیع مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہو گئی۔۔البنایہ) کیونکہ (ہلاک ہونے سے پہلے۔۔البنایہ) بیع کو رد کرنا عیب کے آنے کی وجہ سے حکماً ممتنع نہیں ہے بائع کے خیار کی وجہ سے پھر وہ ہلاک ہو جائے گی اور عقد موقوف رہے گا۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور جس نے اپنی عورت کو اس شرط پر خریدا کہ اس کو تین دن تک خیار ہے تو نکاح فاسد نہ ہوا)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مشتری کو خیار ہونے کی وجہ سے مشتری اس کا مالک ہی نہیں ہوا۔

(اور اگر مشتری نے اس سے قربت کر لی تو مشتری اختیار ہے کہ وہ اس کو لوٹا دے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ وطی حکمِ نکاح کے اعتبار سے ہوئی ہے (نہ کہ حکمِ ملک یمین کے اعتبار سے کیونکہ ابھی مبیع یعنی: مشتری کی بیوی جو کہ کسی کی باندی ہے وہ مشتری کی ملکیت میں مشتری کو خیار ہونے کی وجہ سے ملکیت میں داخل ہی نہیں ہوئی امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک)۔

(مگر اس صورت میں (بیع کو رد کرنے کا اختیار نہیں) جب وہ باکرہ ہو)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ وطی اس میں نقص پیدا کر دے گا۔

یہ مسئلہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے۔

(صاحبین علیہما الرحمہ نے فرمایا کہ: نکاح فاسد ہو جائے گا)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مشتری اس کا مالک ہو گیا (اگرچہ مشتری کو خیار ہے کما مر فی الاختلاف بین ابی حنیفة و بین صاحبیه علیهم الرحمة)

(اور مشتری نے اس سے وطی کرلی تو وہ اب اس باندی کو رد نہیں کر سکتا)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مشتری نے اس سے ملکِ یمین کی وجہ سے وطی کی ہے، تو اس کو لوٹانا ممتنع ہے اگرچہ وہ باندی ثیبہ ہو۔

اور اس مسئلے کی چند نظیریں ہیں ان تمام کی بنیاد خیار کی شرط کے ساتھ مشتری کے لیے ملکیت واقع ہونے یا نہ ہونے پر ہے۔

ان (نظائر) میں سے مشتری پر مشتریٰ (غلام) کا مدتِ خیار میں آزاد ہونا ہے جبکہ وہ (مشتریٰ غلام مشتری کا) ذی رحم محرم ہو (تو صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک مدت خیار میں آزاد ہو جائے گا جبکہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک آزاد نہیں ہو گا کیونکہ وہ غلام ابھی مشتری کی ملکیت میں نہیں آیا قِس علی هٰذا الاختلافِ نظائرَ اٰتیةً)،

ان (نظائر) میں سے مشتریٰ کا آزاد ہونا ہے جب مشتری حلف اٹھائے کہ "اگر میں غلام کا مالک ہوا تو یہ آزاد ہے"، بخلاف اس صورت کے کہ جب مشتری کہے کہ "اگر میں نے خریدا تو یہ آزاد ہے" (تو اب خریدتے ہی مدتِ خیار میں بالاجماع آزاد ہو جائے گا) کیونکہ مشتری غلام خریدنے کے بعد عتق کو ثابت کرنے والا ہو گیا تو اب خیار ساقط ہو جائے گا،

ان (نظائر) میں سے یہ ہے کہ مدتِ خیار میں خریدی ہوئی (باندی) کا حیض استبراءِ رحم سے کافی ہو گا امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ۔ (باندی کو خریدنے کے بعد مشتری کی ملکیت میں ایک حیض سے استبراء رحم کرنا قربت کرنے کے لیے ضروری ہے) ۔ (کیونکہ باندی مدتِ خیار میں مشتری کی ملکیت میں داخل نہیں ہے امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک) اور صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک کافی ہو گا، اور اگر خیار کے حکم کی وجہ سے اگر باندی بائع کو لوٹا دی گئی تو بائع پر (باندی سے قربت کرنے کے لیے) استبراء لازم نہیں امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک (کیونکہ باندی مشتری کے خیار کی وجہ سے بائع کی ملکیت سے نہیں نکلی)، اور صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک استبراء واجب ہے جبکہ وہ باندی قبضہ کرنے کے بعد لوٹائی ہو،

ان (نظائر) میں سے یہ ہے کہ جب خریدی ہوئی (باندی جو کہ مشتری کی زوجہ ہے) مدتِ خیار میں نکاح سے بچہ جن دے تو وہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مشتری کی امِ ولد نہیں ہو گی بخلاف صاحبین علیہما الرحمہ کے (یعنی: ان کے نزدیک مشتری کی امِ ولد ہو جائے گی)،

ان (نظائر) میں سے یہ ہے کہ جب مشتری نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے مبیع بائع کے پاس امانۃً رکھوا دی پھر وہ مبیع مدتِ خیار کے دوران بائع کے قبضہ میں ہلاک ہو گئی تو وہ بائع کے مال سے ہلاک ہو گی کیونکہ لوٹانے (یعنی: امانۃً رکھوانے) سے قبضہ اٹھ گیا کیونکہ مشتری (اپنے خیار کی وجہ سے) مالک ہی نہیں ہوا تھا امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک، اور صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک مشتری کے مالک سے ہلاک ہو گا کیونکہ (مشتری کی) ملکیت موجود ہونے کے اعتبار سے (مبیع کو) امانت رکھوانا درست ہے،

ان (نظائر) میں سے یہ ہے کہ اگر مشتری عبدِ مأذون (ای: ھو الّذی لہ اِذن التجارۃ) ہو پھر بائع مدتِ خیار میں ثمن سے بری کر دے (یعنی: مفت میں مبیع دیدے) تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا خیار باقی ہے کیونکہ (جب وہ ۔۔ البنایہ) رد (کا مالک ہو گیا تو وہ فسخ کرنے اور رد کرنے میں ۔۔ البنایہ) مالک ہونے سے امتناع (کا مالک بھی ۔۔ البنایہ) ہے، اور جس کو تجارت کی اجازت دی جاتی ہے وہ امتناع کا ولی ہوتا ہے (یعنی: اس کو امتناع کی ولایت ہوتی ہے ۔۔ البنایہ)، اور صاحبین علیہما الرحمہ کئ نزدیک اس کا خیار باطل ہو جائے کیونکہ جب وہ مبیع کا مالک ہو گیا تو یہ لوٹانا اس کی (یعنی: مشتری جو کہ عبدِ مأذون ہے) طرف سے بغیر عوض کے مالک بنانا ہے (یعنی: ہبہ کرنا ہے) اور عبدِ مأذون اس کا (یعنی: ہبہ کرنے کا) اہل نہیں (کیونکہ عبدِ مأذون کوئی چیز ہبہ نہیں کر سکتا)،

ان (نظائر) میں سے یہ ہے کہ جب ذمی ذمی سے خیار کی شرط پر شراب خریدے پھر (مشتری ۔۔ البنایہ) مسلمان ہو جائے تو صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک خیار باطل ہو جائے گا کیونکہ مشتری شراب کا مالک ہے لیکن اس کو لوٹانے کا مالک نہیں مسلمان ہونے کی حالت میں،

امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی کیونکہ مشتری (جو کہ مدت خیار میں مسلمان ہو گیا تھا) شراب کا مالک ہی نہیں ہوا تو وہ مسلمان ہونے کے بعد خیار کے ساقط ہونے کی وجہ سے مسلمان ہونے کی حالت میں شراب کا مالک نہیں ہو گا۔

(اور جس کے لیے خیار کی شرط لگائی گئی تو اس کو اختیار ہے کہ اس مدت میں بیع کو فسخ کر دے یا جائز کر دے، پھر اگر وہ اپنے ساتھی کی موجودگی کے بغیر (یعنی: اس کو معلوم ہوئے بغیر۔۔الفتح القدیر) **بیع جائز کر دے تو یہ جائز ہے، اور اگر فسخ کرے تو طرفین علیہما الرحمہ کے نزدیک اسی صورت میں جائز ہے جب دوسرا شخص موجود ہو** (یعنی: اس کو اس بات کو علم ہو)، **امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ:** (فسخ کرنا دوسرے کو علم ہوئے بغیر) **جائز ہے)**

اور یہی امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول ہے۔

اور جو شرط ہے وہ دوسرے کے علم میں آنے کی ہے، اور لفظِ "حضرۃ" (یعنی: موجودگی) کو علم سے کنایۃً ذکر کیا۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: جس کو خیار ہے وہ دوسرے شخص کی طرف سے فسخ پر مسلط ہے تو جس کو اختیار ہے اس کا فعل دوسرے کے علم پر موقوف نہیں رہے گا جیسا کہ (بیع کو) جائز کرنا (دوسرے شخص کے علم پر موقوف نہیں، اسی وجہ سے (فسخ کرنے میں۔۔البنایہ) دوسرے شخص کی رضا کی بھی شرط نہیں ہے، اور جس کو اکتیار ہے وہ بیع کے وکیل کی طرح ہو گیا (یعنی: وکیل کی بیع مؤکِّل کو معلوم نہ ہونے کی صورت میں بھی جائز ہے۔۔الفتح القدیر)۔

طرفین علیہما الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: بیع کو فسخ کرنا دوسرے شخص (یعنی: جس کو خیار نہیں۔۔البنایہ، یعنی: بیع میں مَن لہ الخیار کا ساتھی) کے حق میں تصرف کرنا ہے، اور یہ (فسخ کرنا، بیع کو) اٹھانے کا عقد ہے، اور یہ ضرر سے خالی نہیں ہوتا، کیونکہ ہو سکتا ہے جس کو خیار نہیں ۔(سیاق اس بات پر دالّ ہے کہ جس کو خیار نہیں، یہاں اس سے صاحب ہدایہ کی مراد مشتری ہے)۔ اس نے پچھلی بیع کے مکمل ہونے پر بھروسہ کیا ہو اور پھر وہ (یعنی: مشتری) اس میں (یعنی: مبیع میں) تصرف کرلے گا، پھر (بیع فسخ ہونے کی وجہ سے) اس کو (یعنی: مشتری کو مبیع کے) ہلاک ہونے کے سبب

قیمت کا تاوان دینالازم ہو گا اس صورت میں جب خیار بائع کے لیے ہو،

اور جب خیار مشتری کے لیے ہو تو بائع سامان کے لیے کوئی دوسرا مشتری نہیں ڈھونڈے گا(کیونکہ بائع اِسی مشتری پر اعتماد کیے ہوئے ہے)اور یہ ضرر ہی ایک قسم ہے،تو(فسخ کرنے کے قول کو)اس کے (یعنی:مَن لیس لہ الخیار کے)علم پر موقوف رکھا جائے گا،اور یہ (فسخ کرنے کا قول)وکیل کو معزول کرنے کی طرح ہو گیا(کیونکہ وکیل کا معزول ہونا وکیل کے علم پر موقوف رہتا ہے۔۔البنایہ)،بخلاف (بیع کو)جائز کرنے کے (یعنی:اس میں مَن لیس لہ الخیار کو بیع کے جائز ہونے کا علم ہونا ضروری نہیں) کیونکہ اس میں کوئی الزام نہیں۔

امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے استدلال کارد :

ہم نہیں کہتے کہ جس کو اختیار ہے وہ فسخ کرنے پر مسلط ہے،اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے حالانکہ اس کا ساتھی(یعنی: جس کو خیار نہیں۔۔البنایہ،یعنی: جو اختیار دے رہا ہے)وہ خود فسخ کرنے کا مالک نہیں،اور جس چیز میں مسلّطِ مالک نہیں اس میں کوئی مسلَّط کرنا نہیں۔

اور اگر (مَن لہ الخیار نے) اپنے ساتھی(یعنی:مَن لیس لہ الخیار) کی غیر موجودگی میں بیع فسخ کی اور اس کو(یعنی:مَن لیس لہ الخیار کو)مدتِ خیار کے دوران بیع کے فسخ ہونے کی خبر پہنچ گئی تو فسخ کا علم ہو جانے کے سبب فسخ تام ہو گیا،اور اگر وہ خبر (مَن لیس لہ الخیار کو) مدتِ خیار کے گزر جانے کے بعد پہنچی تو فسخ کرنے سے پہلے مدتِ خیار گزر جانے کے سبب عقد تام ہو گیا(یعنی: بیع لازم ہو گئی)۔

(اور اگر وہ شخص مر گیا جس کو خیار ہے تو اس کا خیار باطل ہے اور یہ خیار اس کے ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہو گا)

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا کہ:اس کا وارث ہو گا(یعنی: یہ ورثاء کی طرف منتقل ہو گا) کیونکہ خیار ایک ایسا لازم حق ہے جو بیع میں ثابت ہے تو اس میں وراثت جاری ہو گی جیسا کہ خیار عیب اور خیار تعیین میں (وراثت جاری ہوتی ہے)۔

احناف کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: خیار مشیئت وارادہ ہے اور اس کا(ورثاء کی طرف) منتقل ہونا متصور نہیں،اور وراثت ان چیزوں میں ہوتی ہے جو منتقل ہونے کو قبول کرتی ہیں۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے استدلال کا رد:

بخلاف خیار عیب کے کیونکہ مورث (یعنی: مرنے والا) مبیع کے سلامت ہونے کا حق رکھتا ہے، اسی طرح وارث بھی حق رکھے گا، بہر حال نفسِ خیار کا وارث (خیار عیب میں بھی) نہیں ہو گا، اور خیار تعیین وارث کو ابتداء ہی حاصل ہوتا (نہ کہ بر سبیل وراثت۔۔البنایہ) کیونکہ اس کی ملکیت غیر کی ملکیت سے مل گئی، نہ یہ کہ وہ (وارث) خیار کا مالک ہو گا۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا(**اور جس نے کوئی چیز خریدی اور** (عاقدین کے علاوہ) **کسی اور کے لیے خیار کی شرط لگائی تو ان دونوں میں سے کسی نے بھی بیع کو جائز کر دیا تو جائز ہو گیا اور جس نے بھی** (عقد کو۔۔البنایہ، یعنی: بیع کو) **توڑ دیا تو ٹوٹ گیا)**

اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ کسی اور کے لیے خیار کی شرط لگانا استحسانا جائز ہے، اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہیں اور یہی امام زفر علیہ الرحمہ کا قول ہے، کیونکہ خیار عقد کے مقتضیٰ اور احکام میں سے ہے، تو کسی اور کے لیے خیار کی شرط لگانا جائز نہیں (کیونکہ عقدِ بیع اس کا تقاضا نہیں کر رہا۔۔البنایہ، اور جس شرط کا عقد بیع تقاضا نہ کرے وہ شرط فاسد ہوتی ہے کما مر) جیسا کہ غیر مشتری پر ثمن (دینے) کی شرط لگانا۔

احناف کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: غیرِ عاقد کے لیے خیار، عاقد کی طرف سے بر سبیل نیابت ہی ثابت ہوتا ہے، تو عاقد کے لیے اقتضاء خیار مقدر کیا جائے گا، پھر وہ (یعنی: غیر عاقد) اس کا (یعنی: عاقد) نائب ہو گا اس (عاقد کے) تصرف کو درست کرنے کے لیے۔

اور اس وقت دونوں میں سے ہر ایک کو خیار ہو گا، جو بھی (عقد کو۔۔البنایہ) جائز کر دے تو جائز ہو جائے گا، اور جو بھی توڑ دے تو ٹوٹ جائے گا۔

(اور اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک جائز کر دے اور دوسرا فسخ کر دے تو پہلا شخص معتبر ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہ (یعنی: سابق کا قول) اس وقت میں پایا گیا جس وقت میں اس کے علاوہ کوئی اس کا مقابل نہیں۔

اور اگر دونوں کلام ایک ساتھ نکلے تو ایک روایت کے مطابق عاقد کا تصرف معتبر ہو گا، اور دوسری رویت کے مطابق فسخ کرنے والے کا قول معتبر ہو گا (چاہے عاقد ہو یا غیر عاقد)۔

پہلی روایت کی وجہ یہ ہے کہ: عاقد کا تصرف زیادہ قوی ہے کیونکہ نائب عاقد کی ولایت ہی سے مستفید ہے۔

دوسری روایت کی وجہ یہ ہے کہ: فسخ کرنا زیادہ قوی ہے کیونکہ فسخ اجازت کو لاحق ہوتا ہے، نہ کہ اجازت فسخ کو (یعنی: بیع جائز کرنے کے بعد فسخ ہوسکتی ہے لیکن فسخ کرنے کے بعد جائز نہیں ہوسکتی) اور جب ان دونوں میں سے ہر ایک تصرف کا مالک ہے تو ہم نے تصرف کی حالت کو ترجیح دیدی (اور حالت تصرف تب ہی متحقق ہے جب اجازت کے بعد فسخ کا تصرف کیا جائے اس کا عکس نہیں)۔

ایک قول یہ ہے پہلا قول امام محمد علیہ الرحمہ کا ہے اور دوسرا امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا ہے۔

اِس مسئلے کو اُس مسئلے سے نکالا گیا ہے کہ جب وکیل کسی شخص سے بیع کرے اور اسی وقت مؤکل بھی اس شخص کے علاوہ کسی اور سے بیع کرے، تو امام محمد علیہ الرحمہ اس میں مؤکل کے تصرف کو معتبر مانتے ہیں، اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ دونوں کے تصرف کو معتبر مانتے ہیں۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا(**اور جس نے دو غلاموں کی ایک ہزار دراہم کے بدلے بیع کی اس شرط پر کہ اس کو**(یعنی: بائع کو) **تین دن تک دونوں میں سے کسی ایک میں اختیار ہے تو بیع فاسد ہے، لیکن اگر ہر ایک کو پانچ سو دراہم کے بدلے معین کرکے اس شرط پر بیچا کہ بائع کو خیار ہے تو بیع جائز ہے**)

یہ مسئلہ چار قسموں پر ہے:

پہلی: یہ ہے کہ ثمن کی تفصیل بیان نہ کرے، اور جس میں خیار ہے اس کو بھی معین نہ کرے اور یہ، کتاب (یعنی: جامع الصغیر) کی پہلی صورت ہے، اور اس صورت کا فاسد ہونا ثمن اور مبیع کے مجہول ہونے کی وجہ سے ہے، کیونکہ جس میں خیار ہے وہ عقد سے خارج کی طرح ہے کیونکہ خیار کے ساتھ عقد (بیع کے ثبوتِ) حکم کے حق میں منعقد نہیں ہوتا تو دونوں غلاموں میں سے کوئی ایک بیع میں داخل بچ گیا اور وہ معلوم نہیں۔

دوسری: یہ ہے کہ ثمن کی تفصیل بیان کردے اور جس میں خیار ہے اس کو بیان کردے، اور یہی کتاب دوسری صورت کے طور پر مذکور ہے،

اور صرف یہاں بیع جائز ہے کیونکہ مبیع و ثمن دونوں معلوم ہیں، اور جس غلام میں خیار ہے اس میں عقد کو قبول کرنا اگرچہ دوسرے غلام میں عقد منعقد ہونے کے لیے شرط ہے، لیکن یہ عقد کو توڑنے والا نہیں کیونکہ (جس میں خیار ہے۔۔البنایہ) وہ بیع کا محل ہے، جیسا کہ جب بائع قن

(یعنی: بیع مطلق غلام) اور مدبر کو جمع کرلے۔(یاد رہے کہ مدبر کی بیع جائز نہیں)۔ (اور ان دونوں کو ایک ہزار کے بدلے بیچ دے تو وہاں قن کے حصہ کے بدلے قن میں بیع جائز ہو جائے گی اگرچہ مدبر میں عقد کو قبول کرنا بیع میں شرط ہے۔۔الفتح القدیر)۔

تیسری: یہ ہے کہ ثمن کی تفصیل بیان کردے لیکن (جس میں خیار ہے اس کو) اس کو معین نہ کرے۔

چوتھی: یہ ہے کہ معین کردے لیکن ثمن کی تفصیل بیان نہ کرے۔

تو (آخری) دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے، یا تو مبیع کی جہالت کی وجہ سے یا ثمن کی جہالت کی وجہ سے۔

(اور جس نے دو کپڑے (یعنی: کپڑوں میں سے ایک۔۔الفتح القدیر) خریدا اس شرط پر کہ وہ ان دونوں میں سے جس کو چاہے اس کو دس دراہم کے بدلے لے لے گا اور اس کو تین دن کا خیار شرط ہے تو یہ جائز ہے، اسی طرح تین کپڑوں میں بھی جائز ہے، لیکن اگر چار کپڑے ہوں تو بیع فاسد ہے)

قیاس تو یہ ہے کہ مبیع مجہول ہونے کی وجہ سے تمام ہی صورتوں میں بیع فاسد ہو، اور یہی امام زفر اور امام شافعی علیہما الرحمہ کا قول ہے۔

وجہِ استحسان:

وجہِ استحسان یہ ہے کہ: خیارِ تعیین کو (خیارِ شرط میں۔۔الفتح القدیر) دھوکہ سے بچنے کی حاجت کے لیے مشروع کیا گیا ہے تاکہ مشتری زیادہ مفید اور اس کی حالت کے زیادہ موافق چیز کو لے لے، اور اس قسم کی بیع کی حاجت ثابت ہے کیونکہ بہت بار مشتری کسی ایسے شخص کو اختیار کرنے کا محتاج ہوتا ہے کہ جس پر اس مشتری کو اعتماد ہوتا ہے، یا اس شخص کو آکتیار کرنے کا محتاج ہوتا ہے جو اس کے لیے وہ چیز خرید لے، اور بائع اس چیز کو اٹھانے کی پر قدرت صرف بیع کے ذریعے ہی دے سکتا ہے، تو یہ اس معنیٰ میں ہو گیا جس معنیٰ پر شریعت وارد ہے تو پھر یہ (استحسانا جائز ہو گیا)۔

مگر یہ کہ حاجت تین (کپڑوں میں) پوری ہو رہی ہے کیونکہ (تین کپڑوں کو اختیار کرنے کی۔۔البنایہ) حاجت میں (کپڑا تین طرح کا ہوتا ہے) عمدہ، اوسط اور ردی۔

امام زفر اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے قیاس کا جواب:

(تین کپڑوں میں۔۔البنایہ) جہالت جھگڑے کی طرف نہیں لے جا رہی کیونکہ جس شخص کو اختیار ہے وہ متعین ہے، اسی طرح چار کپڑوں میں بھی (جہالت مفضی الی النزاع نہیں۔۔البنایہ) مگر یہ کہ چار کپڑوں کی حاجت ثابت نہیں، اور رخصت کا ثبوت حاجت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس وجہ سے ہوتا ہے کہ جہالت مفضی الی النزاع نہ ہو، لیکن (چار کپڑوں میں) رخصت ان دونوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے بھی نہیں پائی جا رہی۔

ایک قول یہ ہے کہ: اس عقد میں خیارِ تعیین کے ساتھ ساتھ خیارِ شرط کا ہونا مشروط ہے، اور یہی جامع الصغیر میں مذکور ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ: اس کی شرط نہیں، اور یہی جامع الکبیر میں مذکور ہے۔

تو (متن میں) خیار شرط کا ذکر جامع الکبیر کے اعتبار مطابق بر سبیلِ اتفاق ہے نہ کہ بر سبیلِ شرط۔

اور جب خیار شرط ذکر نہ کیا جائے تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک خیار تعیین کو تین دن کے ساتھ موقت کرنا ضروری ہے، اور صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک کسی بھی مدتِ معلومہ کے ساتھ موقت کرنا ضروری ہے۔

پھر (جامع الصغیر کے۔۔البنایہ) کچھ نسخوں میں: "اشتری ثوبین" ہے، اور کچھ میں "اشتری احدالثوبین" ہے، اور یہ (یعنی: آخری قول) صحیح ہے، کیونکہ مبیع در حقیقت ان دونوں میں سے ایک ہی ہے دوسری تو امانت ہے، اور پہلا قول مجازاً اور استعارۃً جائز ہے۔

اور اگر دو کپڑوں میں سے کوئی ایک ہلاک ہو جائے یا اس کو عیب لگ جائے تو مشتری کو اس میں (یعنی: ہلاک ہونے والے یا عیب دار ہونے والے کپڑے میں) بیع لازم ہو گئی، اور دوسرا کپڑا امانت کے لیے متعین ہو گیا کیونکہ (عیب دار کپڑے کو) لوٹانا اس کے عیب دار ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے،

اور گر دونوں کپڑے ایک ساتھ ہلاک ہو گئے تو مشتری کو ان دونوں کپڑوں میں سے ہر ایک کے ثمن کا نصف لازم ہو گا، کیونکہ ان دونوں کپڑوں میں بیع اور امانت مل گئی۔

اور اگر اس بیع میں خیار شرط تھی تو مشتری کو جائز ہے کہ وہ ان دونوں کپڑوں کو لوٹا دے۔

اور اگر وہ شخص مر گیا جس کو اختیار تھا تو اس کے وارث کے لیے جائز ہے کہ وہ ان دونوں میں سے ایک کو لوٹا دے کیونکہ (اس کی ملکیت کے غیر کی ملکیت سے۔۔البنایہ) ملنے کی وجہ سے خیار تعیین باقی ہے، اسی وجہ سے خیارِ تعیین وارث کے حق میں موقوف نہیں ہوتا، بہر حال خیار شرط کا وارث نہیں ہوگا اور اس کو ہم پہلے ذکر کر چکے۔

(اور جس شخص نے خیار کی شرط پر کوئی گھر خرید ا پھر اس ہی گھر کے پہلے میں دوسرا گھر بیچ دیا گیا پھر مشتری نے اس (پہلو والے گھر کو) حقِّ شفعہ کے سبب لیا تو یہ رضا ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ شفعہ طلب کرنا مشتری کے اس گھر میں ملکیت کو اختیار کرنے پر دلالت کرتا ہے (جس گھر میں مشتری کو خیار تھا)، کیونکہ شفعہ طلب کرنا پڑوسی کے ضرر سے بچنے کے لیے ہی ثابت ہے، اور یہ (یعنی: پڑوسی کے ضرر سے بچنا اس گھر میں ملکیت پر۔۔البنایہ) دوام اختیار کرنے کے ذریعے ہے (جس گھر کو خیار کے ساتھ خرید ا گیا۔۔البنایہ)، تو ملکیت کو اختیار کرنا اس خیار کے ساقط ہونے کو شامل ہے جو شفعہ طلب کرنے سے پہلے تھا، تو ملکیت خریدنے کے وقت سے ثابت ہو جائے گی، تو یہ بات واضح ہو گئی کہ جوار (دوسرے گھر کی بیع کے وقت سے۔۔البنایہ) ثابت ہے، اور اس تقریر کی حاجت خاص طور پر امام اعظم علیہ الرحمہ کے مذہب پر ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور جب دو مردوں نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ دونوں کو خیارِ شرط ہے پھر ایک بائع** (بیع کو نافذ کرنے پر) **راضی ہو گیا تو دوسرے بائع کے لیے رد کرنا جائز نہیں)**

امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک۔

صاحبین علیہما الرحمہ کا مؤقف:

فرمایا کہ: دوسرے بائع کو رد کرنا جائز ہے۔

اور اسی اختلاف پر خیار عیب اور خیار رؤیت ہے۔

صاحبین علیہما الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: دونوں بائعین کے لیے خیار کو ثابت کرنا ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے ثابت کرنا ہے تو ایک کا خیار اس کے ساتھی کے (اپنے خیار کو) ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہو گا، کیونکہ اس میں اس کے حق کو باطل کرنا ہے۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: مبیع بائع کی ملکیت سے شرکت کے عیب سے خالی نکلی تھی پھر اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بیع کو رد کرے تو اس نے مبیع کو عیب دار ہونے کی حالت میں رد کیا (کیونکہ پہلے بائع اکیلا اس چیز کا مالک تھا لیکن اب شرکت ہو گئی جو کہ بیع میں عیب ہے) اور اس میں ایک زائد ضرر کو لازم کرنا ہے۔

صاحبین علیہما الرحمہ کے استدلال کا رد:

(ہم نے یہ تسلیم کیا کہ دونوں کے لیے خیار ثابت ہے لیکن) بائع کا ان دونوں (مشترین) میں سے کسی ایک کے رد پر راضی رہنا یہ اثبات خیار کی ضرورت میں سے نہیں کیونکہ ان دونوں کا رد پر جمع ہونا متصور ہے۔

(اور جس نے کوئی غلام اس شرط پر بیچا کہ یہ روٹی پکانے والا یا لکھنے والا ہے اور (لیکن) وہ اس خلاف نکلا تو مشتری کو خیار ہے، اگر چاہے تو تمام ثمن کے بدلے اس غلام کو لے لے، اور اگر چاہے تو چھوڑ دے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہ وصف ایسا ہے جس میں رغبت کی جاتی ہے تو مشتری عقد میں اس وصف کا شرط کے ساتھ مستحق ہو گا، پھر اس وصف کا فوت ہونا اختیار کو ثابت کرتا ہے کیونکہ مشتری اس وصف کے بغیر بیع پر راضی نہیں۔

اور یہ اختلاف نوع کے اختلاف کی طرف لوٹتا (یعنی: وہ اسی کے مرتبے میں ہے) کیونکہ اغراض میں تفاوت کم ہے تو عقد اس وصف کے بغیر فاسد نہیں ہو گا، اس وصف کے حیوانات میں مذکر اور مؤنث کے وصف کے مرتبے میں ہونے کی وجہ سے، اور اس وصف کو فوت ہونا سلامت رہنے کے وصف کے فوت ہونے کی طرح ہے،

اور جب مشتری اس غلام کو لے گا تو تمام ثمن کے بدلے لے گا کیونکہ اوصاف کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں کیونکہ یہ عقد میں تابع ہوتا ہے اسی کے مطابق جو جانا گیا۔

باب خیار الرؤیۃ

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا(کسی شخص نے ایسی چیز خریدی جس کو اس نے دیکھا نہ ہو تو بیع جائز ہو، اور اس کو خیار ہے جب وہ اس چیز کو دیکھے، اگر چاہے تمام ثمن کے بدلے لے لے، اور اگر چاہے تو اس کو رد کر دے)

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا کہ: یہ عقد اصلاً ہی درست نہیں، کیونکہ مبیع مجہول ہے۔

ہماری دلیل:

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے : "جس نے کوئی ایسی چیز خریدی جس کو اس نے دیکھا نہ ہو تو اس کو خیار ہے جب اس چیز کو دیکھے"

ہماری عقلی دلیل:

کیونکہ (یہاں) عدمِ رؤیت کے سبب جہالت مفضی الی النزاع نہیں، کیونکہ اگر مشتری موافقت نہ کرے تو اس کو لوٹا سکتا ہے۔

تو (یہاں) یہ (یعنی: مبیع کا مجہول ہونا) معاینَ (معاینہ کی ہوئی) مشار الیہ (جس کی طرف اشارہ کیا گیا) چیز میں وصف کے مجہول ہونے کی طرح ہے (یعنی: جس طرح وہاں مشتری کو تمام ثمن کے بدلے لینے یا ترک کرنے کا اختیار ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی اختیار ہو گا)۔

(اور اسی طرح کا حکم ہے جب مشتری نے "میں راضی ہوں" کہہ کر مبیع دیکھی تو مشتری کو رد کرنے کا خیار ہو گا)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ خیار رؤیت پر معلق ہے تو رؤیت سے قبل ثابت نہ ہو گا۔

(ایک مقدر اعتراض: جب مشتری کو قبلِ رؤیت خیار حاصل نہیں تو آپ کے نزدیک بھی قبل رؤیت فسخ کرنے کا حق مشتری کو حاصل ہے،

حالانکہ رؤیت متحقق نہیں؟الجواب:) قبلِ رؤیت فسخ کرنے کا حق اس حکم کی وجہ سے ہے کہ (قبل رؤیت) عقد لازم ہی نہیں ہوا نہ کہ حدیث کے تقاضے کی وجہ سے۔

ایک وجہ یہ ہے کہ کسی چیز کے اوصاف کے علم سے قبل اس چیز پر راضی رہنا ثابت نہیں ہوتا، تو رؤیت سے قبل مشتری کا قول "رضیتُ" معتبر نہیں بخلاف مشتری کے "رددتُ" کہنے کے (یعنی: یہ قبل رؤیت بھی معتبر ہے)۔

(اور جس نے کوئی ایسی چیز بیچی جس کو اس نے دیکھا نہ ہو تو اس کو کوئی خیار نہیں)

امام اعظم علیہ الرحمہ کا مرجوع عنہ قول:

امام اعظم علیہ الرحمہ کا پہلا قول یہ ہے کہ: بائع کو خیار ہو گا خیار عیب اور خیار رؤیت پر قیاس کرتے ہوئے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ کیونکہ عقد کا لازم ہونا زائل اور ثابت ہونے کی حیثیت سے رضا کے تام ہونے کی وجہ سے ہے (یعنی: عقد تب لازم ہوتا ہے جب بائع مبیع کے اپنی ملکیت سے زائل ہونے پر راضی ہو، اور مشتری شراء کے اپنے حق میں ثابت ہونے پر راضی ہو۔۔ماخوذ من البنایہ)، اور رضا مبیع کے اوصاف کو جاننے سے ہی متحقق ہوتی ہے، اور اوصاف کو جاننا رؤیت سے ہوتا ہے تو بائع (قبلِ رؤیت۔۔البنایہ) (مبیع کے اپنی ملکیت سے نکلنے پر) راضی نہیں۔

مرجوع الیہ قول کی وجہ:

وجہ یہ ہے کہ خیار رؤیت شراء کے ساتھ معلق ہے اسی وجہ سے جو ہم نے روایت کیا (یعنی: یہ حدیث مبارکہ: **"من اشتری شیئالم یرہ فلہ الخیار اِذار آہ"**) تو خیارِ رؤیت بغیر شراء کے ثابت نہیں۔

مروی ہے کہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو اپنی بصرہ میں موجود زمین بیچی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ: آپ کے ساتھ دھوکہ ہو گیا ہے، تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے خیار ہے کیونکہ میں نے وہ چیز خریدی جس کو میں نے نہیں دیکھا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ: آپکے ساتھ دھوکہ ہو گیا ہے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے خیار ہے کیونکہ میں نے وہ چیز بیچی جو میں نے نہ دیکھی، تو ان دونوں نے اپنے درمیان جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو حکم ــ (یعنی: دو مقابل حضرات اپنے درمیان کسی ثالث شخص کو مقرر کر لیں اور اس بات پر رضامند ہو جائیں کہ جو فیصلہ تیسرا کرے گا اس کو دونوں مانیں گے یہ حکم کہلاتا ہے) ــبنایا تو جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے خیار کا فیصل کیا، اس حالت میں کہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت میں موجود تھے۔

خیار رؤیت مؤقت نہیں، بلکہ یہ تب تک باقی رہتا ہے جب تک کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو خیار کو باطل کر دے، اور جو چیز خیار شرط کو باطل کرتی ہے یعنی: (مبیع کا) عیب دار ہو جانا یا (مبیع میں) تصرف کرنا وہ چیز خیار رؤیت کو بھی باطل کر دیتی ہے،

پھر اگر تصرف ایسا ہے کہ اس تصرف کو دور کرنا ممکن نہیں جیسا کہ: آزاد کرنا یا مدبر بنالینا، یا (اگر) تصرف ایسا ہو جو غیر کے حق کو لازم کرے جیسا کہ: مطلق بیع کرنا اور رھن رکھوانا یا (مبیع کو) اجارہ پر دے دینا یہ (دنوں تصرف) قبلِ رؤیت اور بعدِ رؤیت خیار رؤیت کو باطل کر دیتے ہیں کیونکہ جب فسخ کا متعذر ہونا لازم ہو گیا تو خیار باطل ہو گیا،
اور اگر وہ ایسا تصرف ہے جو غیر کے حق کو ثابت نہیں کر رہا جیسا کہ خیار کی شرط کے ساتھ بیع، اور سومِ شراء اور بغیر سپرد کیے قبضہ کرنا، یہ (تصرف) قبل رؤیت خیار رؤیت کو باطل نہیں کرتا کیونکہ یہ تصرف واضح رضا پر زائد نہیں ہے (اور واضح رضا قبل رؤیت خیار رؤیت کو باطل نہیں کرتی۔۔البنایہ) اور یہ تصرف بعد رؤیت خیار رؤیت کو باطل کر دے گا کیونکہ دلالتِ رضا پائی گئی۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور جس شخص نے ڈھیری کے ظاہری حصہ کی طرف نظر کی، یا لپٹے ہوئے کپڑے کے ظاہری حصہ کی طرف نظر کی، یا باندی کے چہرے کی طرف نظر کی یا، جانور کے چہرے یا سرین کی طرف نظر کی تو مشتری کو کوئی خیار نہیں)**

اس میں ضابطہ یہ ہے کہ تمام مبیع کع دیکھنا شرط نہیں کیونکہ یہ متعذر ہے، تو جو مقصود کے علم پر دالّ ہو اس کو دیکھنا کافی ہے۔

اور اگر بیع میں کئی اشیاء داخل ہوں، پھر اگر ان اشیاء میں ایک ایک متفاوت نہ ہوں جیسا کہ مکیلی اور موزونی چیزیں اور تفاوت نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس چیز کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہو تو ان میں سے ایک کو دیکھان کافی ہو گا، مگر اس صورت میں کہ جب (وہ) باقی (اشیاء جس کو مشتری نے نہیں دیکھا) اس سے زیادہ ردی ہوں ہوں جس کو مشتری نے دیکھا تو اس وقت مشتری کو خیار ہو گا۔

اور اگر ان کے ایک ایک میں تفاوت ہو جیسا کہ کپڑے اور جانور تو ان میں سے ہر ایک کو دیکھنا ضروری ہے، اخروٹ اور انڈے اسی قبیل سے ہیں اس مسئلے میں جس کو امام کرخی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا، اور مناسب یہ ہے کہ یہ (یعنی: اخروٹ اور بادام۔۔البنایہ) گندم اور جو کی مثل ہو کیونکہ یہ متقارب ہوتے ہیں (نہ کہ متفاوت)۔

جب یہ ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہیں کہ: ڈھیری کے ظاہری حصہ کی طرف نظر کرنا کافی ہے کیونکہ یہ (یعنی: ظاہری حصہ کی طرف نظر کرنا) بقیہ کی پہچان کروا دیتا ہے کیونکہ وہ ایسی مکیلی چیز ہے جس کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے، اسی طرح کپڑے کے ظاہری حصہ کی طرف نظر کرنا ان چیزوں میں سے ہے جس سے بقیہ (کپڑے) کی پہچان ہو جاتی ہے، مگر اس صورت میں کہ جب کپڑے کے درمیان میں وہ چیز ہو جو مقصود ہے جیسا کہ نقش و نگھار، اور آدمی میں چہرہ ہی مقصود ہوتا ہے، اور چوپائیوں میں چہرہ اور پچھلا حصہ مقصود ہوتا ہے تو مقصود کی

رؤیت معتبر ہے، اور غیر مقصود کی رؤیت معتبر نہیں۔

اور بعض نے پائے دیکھنے کی شرط لگائی ہے، اور پہلا قول امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے منقول ہے۔

اور گوشت والی بکری میں ہاتھ سے ٹٹولنا ضروری ہے، کیونکہ مقصود گوشت ہے جو کہ ٹٹولنے سے ہی پہچانا جاتا ہے۔

اور پالتو بکری میں تھن دیکھنا ضروی ہے، اور ان چیزوں میں جن کو کھایا جاتا ہے ان میں چکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ چکھنا ہی مقصود کی پہچان کروانے والا ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا(**اگر مشتری نے گھر کا صحن دیکھا تو اس کو کوئی خیار نہیں، اگرچہ وہ اس کے کمروں کا مشاہدہ نہ کرے**)

اور اسی طرح کا حکم ہے (یعنی: خیار رؤیت حاصل نہیں) جب مشتری نے گھر کے باہر کے حصہ کو دیکھ لیا یا باغ کے درخت کو باہر سے دیکھ لیا۔

امام زفر علیہ الرحمہ کا مؤقف:

فرمایا کہ: گھر کے اندر جانا ضروری ہے۔

اصح بات یہ ہے کہ قدوری شریف کا جواب اسکے مطابق ہے کہ ان (یعنی: اہل کوفہ اور اہل بغداد۔۔البنایہ) گھر بنانے کی عادت متفق تھی (یعنی: سب لوگ ایک جیسا ہی گھر بنایا کرتے تھے) تو ان کا دور تب سے متفاوت نہیں، بہر حال اب گھروں کے اندر جانا تفاوت کی وجہ سے ضروری ہے، اور ظاہری حصہ کی طرف نظر کرنا اندر کے حصہ کی خبر نہیں دیتا۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا(**وکیل** (بالقبض) **کا** (مبیع کی طرف) **نظر کرنا مشتری کے نظر کرنے کی طرح ہے حتی کہ مؤکل** (یعنی: مشتری) **اس کو رد نہیں کر سکتا** (کیونکہ اس کا خیار وکیل کے دیکھنے سے باطل ہو چکا) **مگر عیب کی وجہ سے** (رد کر سکتا ہے)، **اور قاصد کا نظر کرنا مشتری کے نظر کرنے کی طرح نہیں، یہ مسئلہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے، جبکہ صاحبین علیہما الرحمہ نے فرمایا کہ: وہ دونوں** (یعنی: وکیل اور قاصد۔۔البنایہ) **برابر ہیں اور مشتری کو** (خیار رؤیت کی بناء پر) **اختیار ہے کہ وہ اس کو رد کر دے**)

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ: متن میں وکیل سے مراد وکیل بالقبض ہے (یعنی: مشتری نے مبیع خرید لی ہو اور کسی کو کہے کہ: میں نے آپ کو اس مبیع پر قبضہ کرنے کا وکیل کیا)۔

بہر حال وکیل بالشراء (یعنی: مشتری کسی کو کہے کہ: میں نے آپ کو فلاں چیز پر قبضہ کرنے کا وکیل کیا) تو اِس وکیل کا دیکھنا بالاجماع خیار کو ساقط کر دے گا۔

صاحبین علیہما الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: اس کو (یعنی: وکیل کو) قبضہ کرنے کا وکیل کیا گیا ہے نہ کہ خیار ساقط کرنے کا، تو وکیل اس چیز کا مالک نہیں ہو گا جس کا اسے وکیل ہی نہ بنایا گیا، تو یہ خیار عیب، خیار شرط اور جان بوجھ کر مؤکل کا خیار ساقط کرنے کی طرح ہو گیا (یعنی: جیسا کہ ان میں وکیل کی وجہ سے مؤکل کا خیار ساقط نہیں ہو تا اسی طرح خیار رؤیت بھی ساقط نہیں ہو گا) (لتفصیل وجوھا انظر الی البنایہ)۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: قبضہ کی دو اقسام ہیں:

پہلی تام: وہ یہ ہے کہ مشتری مبیع کو دیکھ کر قبضہ کرے۔ دوسری ناقص: وہ یہ ہے کہ مشتری پوشیدہ مبیع پر قبضہ کرے۔

اور یہ دو قسمیں اس لیے ہیں کہ: قبضہ کا تام ہونا سودے کے تام ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، اور سودہ خیار رؤیت کی موجودگی میں تام نہیں ہوتا، اور مؤکل قبضہ کی دونوں قِسموں کو مالک ہے، اسی طرح وکیل بالقبض بھی دونوں قسموں کا مالک ہے۔

اور جب مؤکل مبیع کو دیکھ کر قبضہ کرتا ہے تو خیار ساقط ہو جاتا ہے تو اسی طرح وکیل (بھی جب دیکھ کر مبیع پر قبضہ کرے گا دو خیارِ رؤیت ساقط ہو جاتا ہے) وکالت کے مطلق ہونے کی وجہ سے، اور جب وکیل نے پوشیدہ مبیع پر قبضہ کیا تو وکالت ناقص قبضے پر ختم ہو گئی، تو اس کے بعد وکیل جان بوجھ پر خیار ساقط کرنے کا مالک نہیں۔

صاحبین علیہما الرحمہ کے استدلال کا رد:

بخلاف خیار عیب کے کیونکہ وہ سودے کے تام ہونے سے مانع نہیں ہوتا تو خیار عیب کی موجودگی میں قبضہ تام نہیں ہوتا اور خیار شرط اسی اختلاف پر ہے (تو اس کو مقیس علیہ بنانا درست نہیں)، اور اگر (بقاء خیار۔۔البنایہ) سپرد کر دیا جائے تو مؤکل قبضہ تام کا مالک نہیں ہو گا، کیونکہ خیار اس کے قبضہ کرنے سے ساقط نہیں ہو گا کیونکہ اُس خیار سے جو قبضہ کے بعد ہوتا ہے اس سے مقصود جانچنا ہوتا ہے اسی طرح اس کا وکیل بھی قبضہ تام کا مالک نہیں ہو گا، بخلاف قاصد کے کیونکہ وہ نہ قبضہ تام کا مالک ہے اور نہ ہی ناقص کا، اور اس پر صرف پیغام پہنچانا ہوتا ہے، اسی وجہ سے قاصد (مبیع پر۔۔البنایہ) قبضہ کا مالک نہیں ہوتا جبکہ وہ بیع کا قاصد ہو۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور اندھے کی خرید و فروخت جائز ہے، اور اس کو خیار ہے جب وہ شراء کرے)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اس نے وہ چیز خریدی ہے جس کو اس نے نہیں دیکھا، اور ہم اسکی تقریر پیچھے کر چکے۔

(پھر اس کو خیار مبیع کا ٹٹولنے سے ساقط ہو جائے گا جبکہ اس مبیع کو ٹٹولنے پہچانا جاسکے، اور سونگھنے سے (ساقط ہو جائے گا) **جبکہ مبیع سونگھنے سے پہچانی جاسکے، اور چکھنے سے** (ساقط ہو جائے گا) **جبکہ مبیع کو چکھنے سے پہچانا جاسکے)**

جیسا کہ آنکھ والے شخص میں ہوتا ہے۔

(اور زمین میں نابینا کا خیار باطل نہیں ہوگا حتی کہ اس نابینا کو اس زمین کا وصف بیان کر دیا جائے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ وصف بیان کرنا رؤیت کے قائم مقام ہے۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

ان سے منقول ہے کہ: اگر نابینا شخص اسی جگہ پر کھڑا ہوا ہے کہ اگر بینا ہوتا تو ضرور مبیع کو دیکھ لیتا، اور مشتری کہہ دے کہ میں راضی ہوں تو اس کا خیار ساقط ہو گیا، کیونکہ مقام عجز پر تشبیہ حقیقت کے قائم مقام ہے، جیسا کہ نماز میں ہونٹوں کو حرکت دینا گونگے کے حق میں قراءت کے قائم مقام ہے، اور جیسا کہ حج میں استرے کو پھیرنا اس شخص کے حق میں حلق کے قائم مقام ہے جس کے بال نہ ہوں۔

حسن بن زیاد نے فرمایا کہ مشتری اپنا ایک وکیل بنائے جو مبیع کو دیکھتے ہوئے اس پر قبضہ کرے گا، اور یہ قول امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول کے زیادہ مشابہ ہے، کیونکہ وکیل (بالشراء) کا دیکھنا مؤکل کا دیکھنا ہے اسی کے مطابق جو گزرا۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور جس نے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑے کو دیکھا، پھر دونوں کو خرید لیا پھر دوسرے کو دیکھا** (تو دوسرا موافق نہ آنے کی صورت میں) **مشتری کو جائز ہے کہ دونوں کو رد کر دے)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ کپڑوں میں تفاوت ہونے کی وجہ سے ایک کو دیکھنا دوسرے کو دیکھنا نہیں، پھر جس کپڑے کو نہیں دیکھا تو اس میں خیار باقی رہ گیا، پھر مشتری اس ایک کپڑے کو رد نہیں کر سکتا، بلکہ دونوں کو رد کرے گا تاکہ تمام صفقہ سے قبل تفرقِ صفقہ نہ ہو، اور یہ اس لیے ہے کیونکہ صفقہ

خیار رؤیت کے ساتھ قبضہ سے قبل اور بعد تام نہیں ہوتا، اسی وجہ سے مشتری بغیر قضاء (یعنی: قاضی کا فیصلہ) ورضا کے رد کرنے پر قادر ہے، اور یہ اصل سے ہی فسخ ہوگا (یعنی: ایسا نہیں کہ سودا ہو کر پھر فسخ ہو)

(اور جو مر گیا اور اس کو خیار رؤیت حاصل تھا تو اس کو خیار باطل ہو گیا)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اس میں ہمارے نزدیک وراثت جاری نہیں ہوتی، اور اس کو ہم خیار شرط میں ذکر کر چکے۔

(اور جس نے کوئی چیز دیکھی پھر کچھ مدت کے بعد اس کو خرید لیا، پھر اگر وہ چیز اسی صفت پر ہے جس صفت پر مشتری نے مبیع کو دیکھا تھا تو اس کو کوئی خیار نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مشتری کو اس مبیع کے اوصاف کا علم پہلی رؤیت سے ہی حاصل ہے، اور اس صفت کے فوت ہونے خیار ثابت ہوگا لیکن جب مشتری یہ نہ جانتا ہو کہ یہ وہی ہے جس کو اس نے دیکھا تھا (تو اس وقت خیار حاصل ہوگا) (یہ استثناء فلا خیار لہ سے ہے۔۔البنایہ) کیونکہ اس پر رضا نہیں پائی گئی۔

(اور اگر مشتری اس چیز کو متغیر پائے تو اس کو خیار ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ وہ رؤیت مبیع کے اوصاف کی خبر دینے والی نہ ہوئی، تو گویا کہ مشتری نے اس کو دیکھا ہی نہیں۔

اور اگر متبایعان مبیع کے متغیر ہونے میں اختلاف کریں تو بائع کا قول معتبر ہے کیونکہ تغیر ایک امر حادث ہے، اور لزوم عقد کا سبب (یعنی: رؤیت) ظاہر ہے، مگر اس صورت میں مبیع کو دیکھے ہوئے مدت زیادہ گزر جائے اسی کے مطابق جو مشائخ نے فرمایا کیونکہ ظاہر مشتری کے لیے شاہد ہے، بخلاف اس صورت کے کہ جب متبایعان رؤیت میں اختلاف کریں، کیونکہ رؤیت امر حادث ہے اور مشتری اس کا انکار کر رہا ہے تو (یمین کے ساتھ) مشتری کا قول معتبر ہوگا (لان البینۃ علی المدعی و الیمین علی من انکر)۔

فرمایا(اور جس نے زطی (کپڑے) کی گٹھڑی خریدی اور اس کو دیکھا نہیں پھر اس میں ایک کپڑا بیچ ڈالا یا ہبہ کر دیا اور سپرد کر دیا تو اب وہ اس میں کسی بھی چیز کو صرف عیب کے سبب ہی رد کر سکتا ہے، اسی طرح کا حکم خیار شرط کا بھی ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اس چیز کو لوٹانا جو ملکیت سے نکل گئی، متعذر ہے، اور رد کرنے میں جو بچا ہے وہ صفقہ کے تام ہونے سے قبل تفرق صفقہ ہے، کیونکہ خیار رؤیت اور خیار شرط تمام بیع سے مانع ہیں۔

بخلاف خیار عیب کے کیونکہ صفقہ قبضہ کے بعد خیار عیب کے ساتھ تام ہو جاتا ہے، اگرچہ قبضہ سے قبل تام نہیں ہوتا، اور مقبوض میں مسئلے کو وضع کیا گیا ہے (یعنی: متن میں جو مسئلہ ہے مذکور وہ یہ ہے کہ جب قبضہ کرلے)۔

پھر اگر کپڑا مشتری کی طرف کسی سبب سے یعنی: فسخ کرنے سے لوٹ آئے تو مشتری کو خیار رؤیت ہو گا، اسی طرح شمس الائمہ علامہ سرخسی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا ہے، لیکن امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ: خیار رؤیت بعد سقوط نہیں لوٹتا جیسا کہ خیار شرط نہیں لوٹتا، اسی پر امام قدوری علیہ الرحمہ نے اعتماد فرمایا ہے۔

باب خیار العیب

(اور جب مشتری مبیع میں موجود عیب پر مطلع ہو جائے تو اس کو خیار ہے، اگر چاہے تو تمام ثمن کے بدلے مبیع کو لے یا اگر چاہے تو رد کر دے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مطلق عقد سلامتی کے وصف کا تقاضا کرتا ہے، تو اس وصف کے نہ پائے جانے کے وقت اس کو اختیار دیا جائے گا تاکہ مشتری پر اس چیز کو لازم کرنے سے جس وہ راضی نہیں اس سے مشتری کو ضرر نہ ہو، اور مشتری کو یہ جائز نہیں کہ وہ (عیب والی) مبیع اپنے پاس رکھ لے اور (عیب کی وجہ سے ثمن میں جو) کمی (ہوئی ہے اس کو) اپنے پاس رکھ لے کیونکہ صرف عقد میں کوئی بھی ثمن وصف کے مقابل نہیں ہوتا۔

ایک اور دلیل یہ ہے کہ: بائع مسمیٰ (ثمن) سے کم کے بدلے میں مبیع کے اس کی ملکیت سے نکلنے پر راضی نہیں تو اس سے (یعنی: مسمیٰ سے کم

ثمن کے بدلے مبیع کے اس کی ملکیت سے نکلنے سے) اس کو ضرر ہو گا۔

اور مشتری سے ضرر کو دور کرنا بائع کو ضرر پہنچے بغیر مبیع کو رد کرنے کے ذریعے ممکن ہے۔

اور ایسا عیب مراد ہے جو بائع کے پاس ہو اور مشتری نے اس عیب کو بیع کے وقت اور قبضے کی وقت دیکھا نہ ہو، کیونکہ یہ (یعنی: ان دونوں حالتوں میں عیب کو دیکھنا۔۔البنایہ) عیب پر رضامندی ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(ہر وہ چیز جو تاجروں کی عادت میں ثمن کی کمی کو لازم کرے وہ عیب ہے)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ ضرر مالیت کے کم ہونے سے ہوتا ہے، اور مالیت کا کم ہونا قیمت کے کم ہونے سے ہوتا ہے، اور اس کی پہچان کے لیے تجارت کے اہل کو عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

(اور بھاگنا، اور بستر پر بول کرنا، اور چوری کرنا بچے میں تب تک عیب ہیں جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے، پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو یہ عیب نہیں حتی کہ وہ بالغ ہونے کے بعد اس کام کا اعادہ نہ کرلے)

اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ عیوب بچے کے بچپنے میں بائع کے پاس ظاہر ہوں، پھر مشتری کے پاس بچے کے بچپنے میں نئے سرے سے وہ عیوب آجائیں تو مشتری کو رد کرنے کا خیار ہے کیونکہ یہ (یعنی: جس کے نئے سرے عیب آئے ہیں یہ) وہی ہے (جس کے بائع کے پاس عیب آئے تھے)۔

اور اگر یہ عیب بالغ ہونے کے بعد (مشتری کے پاس اس غلام میں۔۔البنایہ) آئیں تو مشتری اس کو رد نہیں کرے گا کیونکہ یہ غلام اس کا غیر (نہ کہ عین ای عکسُ السابق) اور یہ (وضاحت) اس لیے ہے کیونکہ اس اشیاء (یعنی: عیوب) کے اسباب صغر اور کبر میں مختلف ہوتے ہیں،

تو بچے میں بستر پر بول کرنے کا عیب مثانہ کی کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے، اور بڑے ہونے کے بعد باطن میں بیماری کی وجہ سے، اور بچے میں بھاگنے کا عیب کھیل کود سے محبت کی وجہ سے ہے، اور بچے میں چوری کرنے کا عیب لاپرواہی کی جہ سے ہے، اور یہ دونوں عیوب بڑے ہونے کے بعد باطن میں خباثت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اور صغیر سے مراد وہ بچہ ہے جو عقل رکھتا ہو، تو خیر وہ بچہ جو عقل نہیں رکھتا وہ گمشدہ ہو گا نہ کہ بھاگا ہوا تو یہ عیب ثابت نہ ہو گا۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور بچپنے میں جنون ہمیشہ عیب ہے)**

اس کا معنی یہ ہے کہ: جب وہ (یعنی: غلام) بچپنے میں بائع کے پاس مجنون ہوا ہو، پھر وہی جنون اس غلام پر حالتِ صغر یا کبر میں مشتری کے دوبارہ آئے، تو مشتری اس غلام کو لوٹا سکتا ہے، کیونکہ یہ جنون پہلے جنون کا عین ہے، کیونکہ دونوں حالتوں میں جنون کا سبب ایک ہی ہے یعنی: فسادِ باطن۔

اس کا یہ معنی نہیں کہ (غلام کو لوٹانے کے لیے) مشتری کے پاس اس جنون کا لوٹنا شرط نہیں (بلکہ لوٹانے کے لیے مشتری کے پاس جنون کا اعادہ شرط ہے)، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے جنون کو زائل کرنے پر قادر ہے، اگرچہ بہت ہی کم جنون زائل ہوتا ہے، تو لوٹانے کے لیے اعادہ ضروری ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور منہ سے بدبو آنا اور بغل سے بدبو آنا کنیز میں عیب ہے)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ کنیز سے مقصود جماع اور اولاد طلب کرنا ہوتا ہے، اور یہ دونوں عیوب اس میں مخل ہوں گے۔

اور یہ دونوں غلام میں عیب نہیں، کیونکہ اس سے مقصود خدمت طلب کرنا ہوتا ہے، اور یہ دونوں عیوب اس میں مخل نہیں ہوں گے، مگر یہ کہ یہ (یعنی: ان دونوں عیوب میں سے ہر ایک) کسی بیماری کی وجہ سے ہو (تو پھر یہ دونوں غلام میں بھی عیب ہوں گے) کیونکہ بیماری عیب ہے۔

(اور زنا اور ولد الزنا ہونا یہ باندی میں عیب ہے نہ غلام میں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہ ان عیوب میں سے ہر ایک اس میں مخل ہے جو باندی سے مقصود ہے یعنی: جماع اور طلبِ ولد۔

اور یہ اس میں مخل نہیں جو غلام سے مقصود ہے یعنی: خدمت لینا، مگر یہ کہ زنا اس کی عادت ہو (تو پھر یہ غلام میں بھی عب ہو گا) اسی کے

مطابق مشائخ نے فرمایا، کیونکہ غلام کا عورتوں کا پیچھا کرنا خدمت میں مخل ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا(**اور کفر غلام وکنیز دونوں میں عیب ہے**)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مسلمان کی طبیعت کافر کی صحبت سے نفرت کرتی ہے، ایک اور وجہ یہ ہے کہ بعض کَفارات میں کافر غلام کو دینا ممتنع ہوتا ہے تو رغبت میں خلل آگیا۔

پھر اگر مشتری نے غلام کو اس شرط پر خریدا کہ یہ کافر ہے لیکن مشتری نے اس کو مسلمان پایا تو اب مشتری رد نہیں کر سکتا کیونکہ اسلام عیب کا زائل ہونا ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک لوٹا سکتا ہے، کیونکہ کافر غلام اس چیز میں استعمال ہو سکتا ہے جس میں مسلمان غلام استعمال نہیں ہو سکتا، اور شرط کا فوت ہونا عیب کے مرتبے میں ہے۔

فرمایا(**پھر اگر کنیز ایسی بالغہ ہے کہ جس کو حیض نہ آتا ہو یا وہ مستحاضہ ہو تو یہ عیب ہے**)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ خون کا ختم ہو جان اور مسلسل جاری رہنا یہ بیماری کی علامت ہے۔

اور خون کے ختم ہونے میں بالغ ہونے کی آخری مدت کا اعتبار ہے، اور وہ یہ ہے کہ (کنیز کی عمر۔۔الفتح القدیر) سترہ سال ہو، اور اس کو (یعنی: خون کے ختم ہونے کو باندی کے قول سے جانا جائے گا، پھر باندی کو لوٹا دیا جائے گا جبکہ قبضہ سے قبل یا بعد میں کنیز کے قول سے بائع کا (قسم سے ۔۔البنایہ) انکار ملا ہوا ہو، اور یہی صحیح قول ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا(**اور جب مشتری کے پاس نئے سرے سے عیب آجائے، پھر مشتری اس عیب پر بھی مطلع ہو جائے جو عیب بائع کے پاس تھا** (لیکن وہ عیب مشتری کے پاس نہ آیا) **تو مشتری کو جائز ہے کہ عیب کے نقصان کے رجوع کرے، اور مبیع کو نہ لوٹائے**)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مبیع کو لوٹانے میں بائع کو ضرر ہے، کیونکہ وہ مبیع بائع کی ملکیت سے صحیح سالم نکلی تھی، اور اب عیب دار ہو کر لوٹ رہی ہے، تو لوٹانا ممتنع ہے۔

اور مشتری سے بھی ضرر کو دور کرنا ضروری ہے، کہ پھر نقصان کے ساتھ رجوع متعین ہو جائے، مگر یہ (اس صورت میں رد کرنا جائز ہے) کہ بائع مبیع کو عیب کے ساتھ لینے پر راضی ہو کیونکہ اب وہ ضرر پر راضی ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ **(اور جس نے کوئی کپڑا خریدا پھر اسے کاٹ لیا پھر اس میں عیب پایا تو مشتری عیب کے ساتھ رجوع کر سکتا ہے)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ کپڑے کو کاٹ کر لوٹانا منع ہے کیونکہ کاٹنا نیا عیب ہے۔

(پھر اگر بائع کہے کہ میں اس کو ایسے ہی قبول کرتا ہوں، تو اس کو یہ جائز ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ رد کرنے کا منع ہونا وہ بائع کے حق کے لیے تھا، اور بائع اس پر راضی ہو چکا۔

(پھر اگر مشتری اس کپڑے کو (کاٹنے کے بعد۔۔البنایہ) **بیچ ڈالے تو اب وہ کسی بھی چیز کے ساتھ نہیں لوٹے گا)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ رد کرنا بائع کی رضامندی کی وجہ سے منع تھا، لیکن اب مشتری اس کپڑے کا بیچ کر حابس للمبیع (یعنی: مبیع کو روکنے والا) ہو گیا تو اب وہ نقصان کے ساتھ نہیں لوٹے گا۔

(پھر مشتری نے کپڑا کاٹا اور سی دیا یا اس کو سرخ رنگ کر ڈالا، یا ستو کو گھی میں ملا دیا پھر مشتری عیب پر مطلع ہوا تو اب وہ نقصان کے ساتھ رجوع کر سکتا ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ رد کرنے کا ممتنع ہونا زیادتی کے سبب تھا کیونکہ اصل (یعنی: کپڑے اور ستو۔۔البنایہ) میں بغیر زیادتی کے فسخ کرنے کی کئی صورت نہیں، کیونکہ زیادتی اصل سے جدا نہیں ہو سکتی،

اور زیادتی کے ساتھ فسخ کرنے کی کوئی صورت نہیں کیونکہ زیادتی نہیں بیچی گئی، تو اصلاہی لوٹانا ممتنع ہوا(تو اسی لیے مشتری صرف نقصان کے ساتھ رجوع کرے گا نہ کہ پورمبیع رد کرے گا)۔

(اور بائع کو یہ جائز نہیں کہ مبیع کو زیادتی کے ساتھ لے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ (یہاں) رد کرنے کا ممتنع ہونا شریعت کے حق کی وجہ سے ہے نہ کہ بائع کے حق کی وجہ سے۔

(پھر اگر مشتری عیب دیکھنے کے بعد اس کو بیچ ڈالے تو نقصان کے ساتھ رجوع کرے گا)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ رد کرنا بیچنے سے قبل اصلاہی ممتنع ہے تو مشتری حابس للمبیع نہ ہوا۔

اسی وجہ سے ہم نے کہا **(جس نے کویہ کپڑا خریدا پھر اس کو اپنے چھوٹے بچے کے لباس کے لیے کاٹ لیا اور سی دیا پھر عیب پر مطلع ہوا تو اب نقصان کے ساتھ رجوع نہیں کر سکتا، اور اگر بچا بڑا تھا تو نقصان کے ساتھ رجوع کر سکتا ہے)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ پہلی صورت میں ملکیت حاصل ہو گئی، اور دوسری صورت میں سینے کے بعد قبضہ کرنے سے حاصل ہوئی۔

فرمایا **(اور جس نے کوئی غلام خریدا پھر پھر اس کو آزاد کر دیا یا وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر مشتری عیب پر مطلع ہوا تو وہ نقصان میں رجوع کر سکتا ہے)**

بہر حال (غلام کے) مرنے کی صورت میں (رجوع بالنقصان کا اس لیے کر سکتا ہے) کیونکہ موت کی وجہ سے ملکیت اپنی انتھاء کو پہنچ جاتی ہے، اور رد کرنے سے جو منع ہے وہ حکمی ہے نہ کہ مشتری کے فعل کے سبب،

بہر حال (غلام کو) آزاد کرنے کی صورت میں قیاس تو یہ ہے کہ مشتری رجوع نہ کر سکے کیونکہ رد کرنے کا ممتنع ہونا مشتری کے فعل کے سبب ہے تو آزاد کرنا قتل کرنے کی طرح ہو گیا،

جبکہ استحسان یہ ہے کہ: مشتری رجوع بالنقصان کر سکے، کیونکہ آزادی ملکیت کو انتہاء پر پہنچانا ہے، کیونکہ آدمی کو اصل میں ملکیت کا محل نہیں بنایا گیا، اور غلام میں ملکیت صرف آزاد کرنے تک مؤقت ثابت ہوتی ہے، تو یہ ملکیت کا انتہاء پر پہنچنا ہو تو یہ (یعنی: ملکیت کا انتہاء پر پہنچنا) موت کی طرح ہو گیا۔

اور یہ (یعنی: جواز رجوع اس لیے ہے کیونکہ شی اپنی انتہاء پر پہنچنے سے پختہ ہوتی ہے، تو اس کو گویا کہ ایسا بنا دیا گیا ملکیت باقی ہے اور رد کرنا متعذر ہے۔

اور مدبر بنانا اور امِ ولد بنانا آزاد کرنے کی منزلت میں ہے، کیونکہ امر حکمی کی وجہ سے محلِ ملکیت کی بقاء کی موجودگی میں (ان دونوں کو) نقل کرنا متعذر ہے۔

(اور اگر مشتری نے غلام کو مال کی شرط پر آزاد کیا (پھر عیب پر مطلع ہوا) تو اب مشتری کسی بھی چیز میں رجوع نہیں کرے گا)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مشتری نے غلام کے بدل (یعنی: مال) کو روک لیا اور بدل (یعنی: مال) کو روکنا مبدَل (یعنی: غلام) کو روکنے کی طرح ہے۔

امام اعظم علیہ الرحمہ سے ایک روایت یہ ہے کہ: کہ مشتری رجوع کر سکتا ہے، کیونکہ ملکیت کو انتہاء پر پہنچانا ہے، اگرچہ عوض کے بدلے ہے۔

(پھر اگر مشتری نے غلام کو قتل کر دیا یا مشتریٰ طعام تھا پھر مشتری اس کو کھا گیا تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ کسی بھی چیز میں رجوع نہیں کر سکتا، بہر حال قتل تو جو مذکور ہے وہ ظاہر الروایہ ہے، امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ وہ رجوع کر سکتا ہے)

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل:

کیونکہ مولیٰ کا اپنے غلام کو قتل کرنے سے دنیاوی حکم (یعنی: قصاص اور دیت) لازم نہیں ہوتے تو مولیٰ کا غلام کو قتل کرنا اس کی طبعی موت کی طرح ہو گیا تو یہ تو یہ ملکیت کا اپنی انتہاء پر پہنچنا ہو گیا۔

ظاہر الروایہ کی وجہ:

وجہ یہ ہے کہ: قتل کرنا مضمون (یعنی: ضمان شدہ) ہی پایا جاتا ہے، اور صرف یہاں ضمان ملکیت کے اعتبار سے ساقط ہو رہا ہے، تو مولیٰ غلام کی ملکیت سے بطور عوض نفع اٹھانے والا ہو گیا، بخلاف آزاد کرنے کے کیونکہ آزاد کرنا یقینی طور پر ضمان لازم نہیں کرتا، جیسا کہ عبدِ مشترک کو (اس کے دو مالکوں میں سے ایک کا جو کہ) تنگ دست (ہے اس) کا آزاد کرنا (اس میں بھی ضمان نہیں ہوتا)۔

بہر حال کھانا تو وہ اسی اختلاف پر ہے تو، صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک رجوع بالنقصان کر سکتا ہے اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک استحسانا رجوع نہیں کر سکتا۔

اور اسی اختلاف پر ہے جب مشتری خریدا ہوا کپڑا اپہنے حتی کہ پھٹ جائے۔

صاحبین علیہما الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: مشتری نے مبیع میں وہ کیا جو اس کو خریدنے سے مقصود تھا اور مبیع میں مشتری کا فعل شمار کیا جائے گا، تو یہ آزاد کرنے کے مشابہ ہو گیا۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: رد کرنا ایسے فعل کی وجہ سے متعذر ہے جس پر بیع میں ضمان ہوتا ہے تو یہ (یعنی: کھانے کو کھانا) (اس چیز کی) بیع کی طرح ہو گیا (جس کو مشتری نے خریدا) اور قت کی طرح ہو گیا، اس کے مقصود ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ بیع کرنا ان چیزوں میں سے ہے جس سے شراء کا قصد کیا جاتا ہے پھر وہ بیع کرنا رجوع بالنقصان سے مانع ہے۔

پھر اگر مشتری بعض کھانے کو کھا گیا، پھر اس کو عیب کا علم ہوا تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اسی طرح کا جواب ہے کیونکہ کھانا ایک شی کی

طرح ہے تو یہ (بعض کے بغیر۔۔البنایہ) بعض کی بیع کی طرح ہو گیا، جبکہ صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک مشتری تمام میں عیب میں رجوع کر سکتا ہے، اور صاحبین علیہما الرحمہ کی ایک روایت یہ ہے کہ مشتری اس کو رد کر سکتا ہے جو باقی ہے کیونکہ تبعیض ہونا بعض کو ضرر نہیں دے رہی۔

(اور جس نے کوئی انڈا یا خربوزہ یا ککڑی یا کھیرا یا اخروٹ خریدا پھر اس کو خراب پایا، پھر اگر اس سے نفع اٹھایا جا سکے تو وہ تمام ثمن میں رجوع کر سکے گا)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ وہ (فاسد چیز) مال نہیں تو یہ بیع باطل ہے۔

اور اخروٹ میں چھلکے کے صحیح ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، اسی مطابق جو کہا گیا، کیونکہ اخروٹ کی مالیت اس کے مغز/گدے کے سبب ہوتی ہے۔

(اور اگر اس (فاسد چیز) سے نفع اٹھایا جا سکتا ہو تو رد نہیں کیا جائے گا)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ توڑنا ایک نیا عیب ہے۔

(اور) لیکن جتنا ممکن ہو ضرر دور کرنے کے لیے (عیب کے نقصان میں رجوع کر سکتا ہے)

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا کہ: (فاسد چیز سے نفع اٹھانے والی صورت میں بھی) مشتری مبیع کو رد کر سکتا ہے، کیونکہ توڑنا بائع کے مسلط کرنے کے سبب ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے استدلال کا رد:

ہم نے کہا کہ: توڑنے پر مسلط کرنا مشتری کی ملکیت میں ہے نہ کہ بائع کی ملکیت میں، تو یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ مشتریٰ کپڑا تھا پھر مشتری نے اس کو کاٹ لیا۔

اور مشتری بعض مبیع کو فاسد پائے، اور وہ (فساد) قلیل ہو تو بیع استحسانا جائز ہے، کیونکہ وہ (یعنی: کثیر اخروٹ۔۔البنایہ) فاسدِ قلیل سے خالی نہیں ہوتے، اور قلیل وہ ہوتا ہے جس سے اخروٹ عادۃ خالی نہیں ہوتے، جیسا کہ سو میں ایک دو۔

اور فاسد کثیر ہوں تو بیع جائز نہیں، اور مشتری تمام ثمن میں رجوع کرے گا، کیونکہ یہ بیع مال اور غیر مال کو جمع کرنا ہے، تو یہ (جمع کرنا) بیع میں آزاد اور غلام کو جمع کرنے کی طرح ہو گیا۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور جس نے کوئی غلام بیچا پھر مشتری نے (بھی) اس کو بیچ ڈالا، پھر اِس مشتری پر عیب کی وجہ سے غلام رد کر دیا گیا، پھر اگر یہ مشتری عیب کو، اقرار کی وجہ سے یا گواہوں کی وجہ سے یا انکارِ قسم کی وجہ سے قاضی کے فیصلے کے ذریعے عیب کو قبول کرے تو اِس مشتری (یعنی: مشتری اول) کو بائع پر اس غلام کو لوٹانا جائز ہے)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہ (رد کرنا) بیع کو اصل سے ہی فسخ کرنا ہے، تو بیع کو اس طرح بنا دیا گیا، گویا کہ ہوئی ہی نہیں۔

زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے مشتری (اول) قیامِ عیب کا انکار کرے گا، لیکن قاضی کے فیصلے کی سبب یہ شرعا جھوٹا ہو جائے گا۔

اور اقرار کی وجہ سے قضاء کا معنی یہ ہے کہ: وہ (یعنی: مشتری اول) عیب کے اقرار کرنے سے انکار کر دے پھر وہ (یعنی: مشتری ثانی) گواہوں سے ثابت کر دے۔

اور یہ وکیل بالبیع کے بر خلاف ہے، جب وکیل بالبیع پر مبیع عیب کی وجہ سے گواہوں کے ذریعے رد کی گئی تو وہاں وہ مؤکل پر رد ہو گی کیونکہ وہاں بیع ایک ہی ہے،

جبکہ یہاں دو بیع موجود ہیں، تو دوسری بیع فسخ ہو جائے گی، اور پہلی فسخ نہیں ہو گی۔

(اور مشتری اول قاضی کے فیصلے کے بغیر ہی عیب کو قبول کر لے تو اب اس کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بائع کو غلام لوٹا دے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اب یہ تیسرے (یعنی: بائع) کے حق میں نئی بیع ہے، اگرچہ مشتری اول اور مشتری ثانی کے حق میں یہ بیع فسخ ہے، اور بائع اول ان دونوں (یعنی: مشتری اول اور مشتری ثانی) کا تیسرا ہے۔

(اور جامع الصغیر میں ہے کہ: اور اگر مشتری اول پر اس کے اقرار کے ساتھ قاضی کے فیصلے کے بغیر کسی ایسے عیب کی وجہ سے لوٹا دیا جائے جس کا مثل عیب پیدا نہیں ہو سکتا تو اب مشتری اول کو خیار نہیں کہ وہ بائع سے جھگڑے)

اور اس عبارت سے واضح ہوا کہ: یہ جواب ان عیوب میں (بھی) ہے جس کا مثل پیدا ہو سکتا ہے، اور ان عیوب میں (بھی) ہے جس کا مثل پیدا نہیں ہو سکتا۔

اور بیوع کی بعض روایات میں ہے کہ: ان عیوب میں مشتری اول رجوع بالنقصان کر سکتا ہے جن میں ان کا مثل عیب پیدا ہو سکتا ہے، کیونکہ اس بات کا یقین ہے کہ عیب بائع اول کے پاس سے ہی ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور جس نے کوئی غلام خریدا پھر اس پر قبضہ کر لیا پھر عیب کا دعویٰ کیا تو اب اس کو ثمن دینے پر جبر نہیں کیا جائے گا حتی بائع حلف اٹھالے یا مشتری گواہ قائم کر دے)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مشتری نے ثمن دینے کے واجب ہونے کا انکار کیا ہے، وہ اس طرح کہ مشتری نے عیب کا دعویٰ کر کے اپنا حق متعین کر دیا۔

اور پہلے ہی ثمن دینے کا واجب ہونا وہ اس لیے ہے تاکہ (ثمن میں) بائع کا حق متعین ہو جائے مبیع متعیب کرنے کے مقابلے میں۔

اور ایک اور دلیل یہ ہے کہ: اگر ثمن دینے کا فیصلہ کیا جاتا پھر شاید اس میں عیب ظاہر ہو جاتا، پھر قاضی کا فیصلہ ٹوٹ جاتا، تو ثمن دینے کا فیصلہ قاضی کا فیصلہ بچانے کے لیے نہیں کیا جائے گا۔

(پھر اگر مشتری کہے کہ: میرے گواہ شام میں ہیں تو بائع سے قسم طلب کی جائے گی اور ثمن دے دیا جائے گا)

یعنی: جب بائع قسم اٹھالے تو گواہوں موجود ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ انتظار کرنے میں بائع کو ضرر ہے۔

اور ثمن دینے میں مشتری کو زیادہ ضرر نہیں کیونکہ یہ اس کی حجت کے مطابق ہے، بہر حال جب بائع قسم سے انکار کردے تو عیب لازم ہو جائے گا، کیونہ انکار کرنا عیب کے ثابت ہونے میں حجت ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور جس کوئی غلام خریدا پھر اس کے بھاگنے کا دعویٰ کر دیا تو اب سے قسم نہیں لی جائے گی حتی کہ مشتری اس بات پر گواہوں کو پیش کردے کہ یہ بائع کے پاس بھاگا ہے)**

اور قسم اٹھانے سے مرد یہ ہے کہ: بائع اس بات پر قسم اٹھائے کہ غلام میرے پاس کبھی نہیں بھاگا، کیونکہ اگرچہ مشتری کا قول معتبر ہے، لیکن بائع کا انکار کرنا بائع کے قبضے میں مبیع میں عیب آنے کے بعد معتبر ہے، اور عیب کی موجودگی کی پہچان حجت (یعنی: گواہوں) سے ہوتی ہے،

(پھر جب مشتری حجت قائم کردے بائع حلف اٹھائے گا کہ "اللہ کی قسم میں نے غلام کو بیچا اس کے سپرد کر دیا اور میرے پاس کبھی بھی نہیں بھاگا)

اسی طرح جامع الصغیر میں فرمایا ہے،

اور چاہے تو یہ حلف اٹھالے کہ "اللہ کی قسم اس کو تجھ پر رد کرنے کا حق نہیں، اس وجہ کے سبب جس کا مشتری نے دعویٰ کیا" یا یہ حلف اٹھالے کہ "اللہ کی قسم تیر پاس کبھی غلام نہیں بھاگا" (ان دونوں مثالوں میں خطاب کے صیغے سے مرد حالف ہی ہے، لان فی البنایہ: اور حالف نے "تیرے پاس" کہا، کیونکہ قاضی بائع سے اسی طرح مخاطب ہے پھر جب بائع حلف اٹھائے گا تو اپنی طرف نسبت کرے گا)۔

بہر حال بائع یہ قسم نہیں اٹھائے گا کہ "اللہ کی قسم یہ غلام میں نے اس کو بیچا اور اس میں کوئی عیب نہیں تھا" اور یہ قسم بھی نہیں اٹھائے گا کہ "اللہ کی قسم یہ غلام میں نے اس کو بیچا اور اس کو سپرد کر دیا اور اس میں کوئی عیب نہیں تھا" (بائع یہ قسمیں اس لیے نہیں اٹھائے گا) کیونکہ اس میں مشتری کے لیے شفقت کو ترک کرنا ہے، کیونکہ کبھی عیب بعدِ بیع قبلِ سپر پیدا ہو جاتا ہے اور یہ عیب رد کو لازم کرنے والا ہے۔

پہلی (ممنوع) قسم میں عیب کے پیدا ہونے سے غفلت برتنا ہے، اور دوسری (ممنوع) قسم عیب کے دو شرطوں (یعنی: بیع اور سپرد کرنا۔ البنایہ) کے ساتھ متعلق ہونے کا وہم دلاتی ہے، پھر بائع قسم میں یہ تاویل کرے گا کہ یہ عیب سپرد کرتے وقت آیا تھا نا کہ بیع کے وقت۔

اور مشتری کوئی گواہ نہ پائے اس بات پر کہ عیب بائع کے پاس آیا تھا، اور بائع کی اللہ کی قسم سے مراد وہ لے جو وہ (یعنی: بائع) جانتا ہے کہ غلام مشتری کے پاس بھاگا ہے تو صاحبین علیہما الرحمہ کے قول کے مطابق مشتری قسم اٹھائے گا۔

اور مشائخ کرام علیہم الرحمہ نے امام اعظم علیہ الرحمہ قول پر اختلاف کیا۔

صاحبین علیہما الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ : دعویٰ تب تک معتبر ہوتا ہے جب تک اس پر گواہ نہ قائم کر دیے جائیں، اسی طرح جب تک قسم طلب کرنا مرتب نہ ہو جائے۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل ہے اس کے مطابق ہے جو بعض نے فرمایا کہ: قسم درست دعوے پر مرتب ہوتی ہے، اور دعویٰ خصم کی طرف سے ہی درست ہوتا ہے، اور مذکورہ صورت میں مشتری عیب آنے کے بعد ہی خصم بن رہا ہے۔

اور جب بائع حلف اٹھانے سے منع کر دے تو صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک بائع رد کے لیے دوسری قسم کھائے گا اسی صورت پر جو ہم نے پیچھے ذکر کی۔

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ: جب دعویٰ بڑے غلام کے بھاگنے میں ہو تو بائع یہ قسم اٹھائے گا کہ: "یہ میرے پاس کبھی نہیں بھاگا جب سے یہ بالغ ہوا" کیونکہ بچپن میں بھاگنا بالغ ہونے کے بعد رد کرنے کو لازم نہیں کرتا۔

فرمایا(**اور جس نے کوئی کنیز خریدی اور دونوں قبضہ کر لیا**(یعنی: بائع نے ثمن پر اور مشتری نے کنیز پر قبضہ کر لیا۔۔البنایہ) **پھر مشتری نے اس کنیز میں عیب پائے، اور بائع کہے کہ: میں نے تجھے یہ اور اس کے ساتھ دوسری بھی بیچی، اور مشتری کہے کہ: تو نے مجھے اکیلی کنیز بیچی، تو مشتری کا قول معتبر ہے)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اختلاف مقبوض کی مقدار میں ہو تو قابض کا قول معتبر ہوتا ہے جیسا کہ: غصب میں (غاصب کا قول معتبر ہے)۔

(اسی طرح کا حکم ہے (یعنی: مشتری کا قول معتبر ہے) **جب دونوں مقدارِ مبیع میں متفق ہوں لیکن مقبوض میں اختلاف کریں)**

دلیل مسئلہ:

اسی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا(**اور جس نے ایک سودہ میں دو غلام خریدے، پھر ایک قبضہ کیا اور دوسرے میں عیب پایا تو دونوں کو لے لے یا دونوں کا چھوڑدے**)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ سودہ دونوں پر قبضہ کرنے سے ہی تام ہو گا، تو یہاں تفرق صفقہ، صفقہ کے تام ہونے سے قبل ہے (کیونکہ مشتری نے صرف ایک پر قبضہ کیا تھا)۔

اور یہ (یعنی: ایک غلام پر قبضہ کے بعد دوسرے غلام کو رد کر دینے کا تفرق صفقہ ہونا۔۔ الفتح القدیر) اس لیے ہے کیونکہ قبضہ کا عقد کے ساتھ شبہ ہے، تو اس میں تفریق عقد میں تفریق کی طرح ہے۔

اور اگر مشتری مقبوض میں عیب پائے تو اس میں مشائخ کرام کا اختلاف۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ: مشتری مقبوض کو خاص طور پر (یعنی: صرف مقبوض کو نہ کہ دوسرے کو) رد کر سکتا ہے۔

اور اصح قول یہ ہے کہ: وہ دونوں کو لے لے گا یا دونوں کو چھوڑدے گا کیونکہ تمام صفقہ مبیع پر قبضہ کے ساتھ متعلق ہے، اور مبیع کُل کا نام ہے تو تمام صفقہ مبیع کو روکنے کی طرح ہو گیا، کیونکہ جب حبسِ مبیع کے ختم ہونے کا تعلق پورا ثمن دینے سے ہوا تو روکنے کا حق تمام ثمن پر قبضہ کے بغیر زائل نہ ہو گا۔

(اور اگر دونوں غلاموں پر قبضہ کیا پھر ان دونوں میں سے ایک میں عیب پایا تو مشتری اس کو الگ سے خاص طور پر رد کر سکتا ہے)

بخلاف امام زفر علیہ الرحمہ کے۔

امام زفر علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

(ان کے نزدیک رد نہیں کر سکتا) فرماتے ہیں کہ: اس میں تفرق صفقہ ہے اور یہ ضرر سے خالی نہیں کیونکہ عادۃ جید چیز میں ردی چیز ملا دی جاتی

ہے، تو یہ صورت قبلِ قبضہ والی صورت کے، اور خیارِ رؤیت اور خیارِ شرط مشابہ ہوگئی۔

ہماری دلیل:

دلیل یہ ہے کہ یہ تفرق صفقہ سودے کے تام ہونے کے بعد ہے کیونکہ خیار عیب میں قبضہ سے سودا تام ہو جاتا ہے اور خیار رؤیت اور خیار شرط میں قبضہ سے سودا تام نہیں ہوتا اسی کے مطابق جو گزرا۔

اسی وجہ سے اگر مشتری دونوں میں سے کسی ایک کا مستحق ہو گیا تو اس کو یہ اختیار نہیں کہ وہ دوسرے کو لوٹا دے۔

فرمایا(**اور جس نے مکیلی یا موزونی چیا میں سے کوئی چیز خریدی پھر اس کے بعض میں عیب پایا تو اب مشتری اس کے کُل کو رد کر دے یا کُل کو لے لے**)

اس سے مراد قبضہ کے بعد ہے، کیونکہ مکیلی چیز جب ایک ہی جنس سے ہو تو وہ ایک چیز کی طرح ہوتی ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اس کو ایک ہی نام دیا جاتا ہے یعنی: کُرّ و غیرہ۔

اور ایک قول یہ ہے کہ: یہ حکم تب ہے جب وہ مشتریٰ ایک ہی برتن میں ہو، لیکن اگر دو برتنوں میں ہو تو وہ دو غلاموں کے مرتبے میں ہے حتیٰ کہ مشتری دوسرے کے بغیر اس ایک برتن کو رد کر سکتا ہے جس میں اس عیب موجود ہے۔

(اور اگر اس (خریدی ہوئی) **چیز کے بعض کا کوئی حق دار نکل آئے مشتری کو بقیہ رد کرنے کا خیار نہیں)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اس خریدی ہوئی چیز کو تبعیض نقصان نہیں دیتی، اور حق دار کا نکل آنا صفقہ کے تام ہونے سے مانع نہیں، کیونکہ صفقہ عاقد کی رضا سے تام ہوتا ہے مالک کی رضا سے نہیں۔

اور یہ مسئلہ (یعنی: حق دار کا نکل آنا لوٹانے کے خیار کو ثابت نہیں کرتا، یہ مسئلہ۔۔البنایہ) تب ہے جب یہ بعدِ قبضہ ہو، بہر حال اگر قبلِ قبضہ ہو تو مشتری کو بقیہ رد کرنے کا خیار ہے کیونکہ تفرق صفقہ تمامِ صفقہ سے قبل ہے۔

(اور اگر وہ (چیز جس کا کوئی حق دار نکل آیا تھا۔۔البنایہ) کپڑا ہے تو مشتری کو خیار ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ کپڑے میں تبعیض عیب ہے، اور کبھی یہ تبعیض وقت بیع ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ کوئی حق دار نکل آئے، بخلاف مکیلی اور موزونی چیزوں کے۔

(اور جس نے کوئی کنیز خریدی پھر اس میں زخم پایا پھر اس کا علاج کیا یا کوئی زخم والا جانور خریدا پھر اس پر حاجت کے لیے سوار ہو گیا تو یہ رضا ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہ فعل اس بات پر دلیل ہے کہ مشتری اس کو باقی رکھنا چاہ رہا ہے۔

بخلاف خیار شرط کے کیونکہ وہاں خیار جانچنے کے لیے ہوتا ہے، اور جانچنا استعمال کر کے ہی ہوتا ہے تو سوار ہونا خیار شرط کو ساقط کرنے والا نہیں ہے۔

(اور اگر جانور بائع کو لوٹانے کے لیے مشتری جانور پر سوار ہوا یا اس کو سیراب کرنے کے لیے سوار ہوا یا اس کا چارہ خریدنے کے لیے اس پر سوار ہوا تو یہ رضا نہیں)

بہر حال لوٹانے کے لیے سوار ہونا تو یہ لوٹانے کا سبب ہے، اور سیراب کرنے اور چارہ خریدنے والی صورت میں جو ان اس صورت پر محمول ہے جب اور کوئی چارا (یعنی: آپشن) نہ ہو، اور یہ (یعنی: کوئی چارے کا نہ ہونا) یا جانور کے مشکل ہونے کی وجہ سے ہے یا مشتری کے عاجز ہونے کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ چارہ ایک ہی گٹھڑی میں ہے، اور جب یہ مذکورہ چیزیں نہ ہونے کی وجہ سے مشتری کو کوئی چارا ہو تو اب سوار ہونا رضا ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ (اور جس نے ایسا غلام جو چوری کر چکا ہو اور مشتری کو اس بات کا علم نہ ہو، پھر مشتری کے پاس اس غلام کے ہاتھ اس چوری کے سبب کاٹ دیے جائیں، تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک مشتری کو یہ خیار ہے کہ غلام کو لوٹا دے اور ثمن لے لے، صاحبین علیہما الرحمہ نے فرمایا: مشتری اس قیمت میں رجوع کرے گا جو قیمت غلام کے غیر چور ہونے کی طرف چور ہونے کے درمیان میں ہے)

اسی اختلاف پھر ہے جب غلام کو بائع کے پاس کسی سبب سے قتل کیا جائے۔

اور حاصلِ کلام یہ ہے کہ: امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک غلام کا چوری کرنا، کسی حق دار کے نکل آنے کی منزلۃ میں ہے، جبکہ صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک عیب کے مرتبے میں ہے۔

صاحبین علیہما الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: بائع کے پاس جو پایا گیا ہے وہ ہاتھ کاٹنے اور قتل کرنے کا سبب ہے، اور یہ مالیت کے منافی نہیں، تو اس غلام میں عقد تو نافذ ہو جائے گا لیکن وہ عیب زدہ ہے تو مشتری اس غلام کو لوٹانے کے متعذر ہونے کے وقت ثمن کے نقصان میں رجوع کر سکتا ہے، تو یہ صورت اس صورت کی طرح ہو گئی جب کوئی شخص حاملہ کنیز خریدے، پھر وہ مشتری کے پاس ولادت کے سبب مر گئی، تو اب مشتری اس زائد قیمت میں رجوع کرے گا جو قیمت اس کے غیر حامل ہونے کی طرف حاملہ ہونے کے درمیان ہے۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: ہاتھ کاٹنے کے واجب ہونے کا سبب بائع کے قبضہ میں تھا اور وجوب وجود کی طرف لے جاتا ہے (یعنی: جب جو چیز واجب ہو گئی تو گویا کہ وہ اسی وقت پائی گئی) تو اب (ہاتھ کاٹنے کا) وجود پچھلے سبب کی طرف منسوب ہو گا، تو یہ مسئلہ اسی مسئلہ کی طرح ہو گیا جب غلام قتل کر دیا جائے یا (غاصب کا) غلام کو لوٹانے کے بعد کسی ایسی جنایت کے سبب غلام کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں جو غاصب کے پاس ہوئی تھی۔

صاحبین علیہما الرحمہ کے استدلال کا رد:

اور جو مسئلہ (صاحبین علیہما الرحمہ کی دلیل میں بطور نظیر) ذکر کیا گیا ہے وہ (امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک) ممنوعہ ہے۔

اور اگر غلام بائع کے پاس چوری کرے پھر مشتری کے پاس بھی کرے پھر ان دونوں چوریوں کے سبب مشتری کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں تو صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک مشتری نقصان میں رجوع کرے گا، اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک نئے عیب کی وجہ سے بائع کی رضا کے بغیر غلام کو نہیں لوٹا سکتا، اور وہ ربع ثمن میں رجوع کرے گا، اور بائع اس کو قبول کرلے تع تین ربع میں رجوع کرے گا، کیونکہ آدمی کا اس کا نصف ہوتا ہے، اور تحقیق وہ ہاتھ دو جنایتوں کے سبب ضائع ہو گیا اور دو جنایتوں میں سے ایک میں مشتری کا رجوع ہے تو یہ نصف ہو جائے گا۔

اور اگر غلام بہت سارے ہاتھوں میں گیا پھر آخری شخص کے پاس اس کے ہاتھ کاٹ دیے گئے تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک بعض بائع بعض پر رجوع کریں گے جیسا کہ استحقاق والے مسئلہ میں ہے، اور صاحبین علیہ الرحمہ کے نزدیک آخری شخص اپنے بائع پر رجوع کرے گا، اور یہ بائع اپنے بائع پر رجوع نہیں کرے گا کیونکہ یہ عیب کی منزلت میں ہے۔

اور امام محمد علیہ الرحمہ کا جامع الصغیر میں قول "حال یہ کہ مشتری کو علم نہ ہو" یہ صاحبین علیہما الرحمہ کے مذقب کے مطابق افادہ کرتا ہے، کیونکہ عیب کو جاننا اس عیب پر رضامندی ہے، اور صحیح قول کے مطابق (امام محمد علیہ الرحمہ کا) یہ قول امام اعظم علیہ الرحمہ کے مذہب پر افادہ نہیں کرتا، کیونکہ استحقاق (یعنی: کسی حقدار کا نکل آنا) کا علم رجوع بالنقصان سے مانع نہیں ہوتا۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور جس نے کوئی غلام بیچا اور ہر عیب سے بری ہونے کی شرط لگائی** (یعنی: بائع نے یہ کہا کہ اس غلام میں جو بھی عیب ہیں میں ان سب سے بری ہوں) **تو اب مشتری کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی عیب کے سبب غلام کو لوٹائے اگرچہ بائع نے عیوب کی تعداد بیان نہ کی ہو)**

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا کہ: (بائع کا) یہ بری ہونا امام شافعی علیہ الرحمہ کے مؤقف کے مطابق درست نہیں کہ حقوقِ مجہولہ سے بری کرنا درست نہیں ہوتا، امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: بری کرنے میں مالک بنانے کا معنی ہے حتی کہ یہ بری کرنا رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے، اور مجہول کو مالک بنانا درست نہیں ہوتا۔

ہماری دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: حق کو ساقط کرنے میں جہالت جھگڑے کی طرف نہیں لے جاتا اگرچہ اس اسقاط کے ضمن میں سپرد کی حاجت نہ ہونے کی وجہ سے تملیک بھی پائی جارہی ہوتی ہے تو (ثابت ہوا کہ) جہالت فاسد کرنے والی نہیں۔

اور امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق اس براءۃ میں موجود عیب بھی داخل ہوگا اور (بیع کے بعد) قبضہ سے قبل پیدا ہونے والا عیب بھی داخل ہوگا۔

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ: اس میں نیا پیدا ہونے والا عیب داخل نہیں ہوگا، اور یہی امام زفر علیہ الرحمہ کا مؤقف ہے، کیونکہ براءۃ ثابت کو شامل ہوتی ہے۔

امام ابویوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ: مشتری کے حق کو ساقط کرنے سے غرض وصفِ سلامت سے عقد کو لازم کرنا ہوتا ہے، اور یہ موجود اور حادث (یعنی: نیا پیدا ہونے والا عیب) سے براءۃ سے ہوتا ہے۔

باب البیع الفاسد

الفرق بین البیع الباطل و الفاسد:

باطل: فائت الاصل و الوصف باطل۔ **فاسد:** ثابت الاصل و الوصف فاسد۔

(اور جب دو عوضوں میں سے کوئی ایک یا دونوں حرام کردی ہوں تو بیع فاسد ہے جیسا کہ مردار، خون، خنزیر اور شراب کے بدلے بیع کرنا، اور جب وہ غیر مملوک ہو تو اسی طرح کا حکم (یعنی: فاسد) ہے جیسا کہ آزاد مرد (کیونکہ اس کا کوئی مالک نہیں ہو سکتا))

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ: یہ ایسے مسائل ہیں جن کو امام قدوری علیہ الرحمہ نے جمع کیا، اور اس میں کچھ تفصیل ہے جس کو ہم بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ،

پھر ہم کہتے ہیں کہ: مردار اور خون کے بدلے بیع باطل ہے، اور اسی طرح آزاد کے بدلے بھی باطل ہے کیونکہ رکنِ بیع یعنی: مال کا مال کے بدلے تبادلہ نہیں پایا جارہا، کیونکہ ان اشیاء کو کسی کے نزدیک بھی مال شمار نہیں کیا جاتا،

اور شراب اور خنزیر کے بدلے بیع فاسد ہے، کیونکہ اس میں حقیقتِ بیع یعنی: مال کا مال کے بدلے تبادلہ پایا جارہا ہے کیونکہ یہ چیزیں بعض کے نزدیک مال ہیں۔

اور بیع باطل تصرف کے مالک ہونے کا افادہ نہیں کرتی۔

اور اگر بیعِ باطل میں مبیع مشتری کے کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو یہ بعض مشائخ علیہم الرحمہ کے نزدیک امانت ہو گی کیونکہ عقد معتبر نہیں تو مالک کی اجازت سے قبضہ باقی رہا، اور بعض مشائخ کرام علیہم الرحمہ کے نزدیک اس پر ضمان ہو گا کیونکہ یہ قبضہ حالت کے اعتبار سے سوم شراء کی شرط پر قبضہ سے کم نہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ پہلا قول امام اعظم علیہ الرحمہ کا ہے، اور دوسرا صاحبین علیہما الرحمہ کا ہے، جیسا کہ ام ولد اور مدبر میں (یعنی: جب یہ مشتری کے پاس ہلاک ہو جائیں تو وہ اسی اختلاف پر ہے۔۔ البنایہ) اسی کے مطابق جو ہم بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور بیع فاسد ملکیت کا افادہ کرتی ہے جب اِس کے ساتھ قبضہ ملا ہوا ہو، اور بیع فاسد میں مشتری کے قبضہ میں (اگر ہلاک ہو جائے تو) ضمان ہو گا، اور اس مسئلے میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے، اور ہم اس کو بعد میں بیان کریں گے، اور مردار اور خون اور آزاد کی بیع باطل ہے، کیونکہ یہ مال نہیں تو یہ بیع کا محل بھی نہیں۔

اور بہر حال شراب اور خنزیر کی بیع، اگر ان کے مقابلہ میں دَین ہو (یعنی: یہ چیزیں مبیع بنیں) جیسا کہ دراہم و دنانیر تو بیع باطل ہے، اور اگر اس کے مقابلہ میں عین ہو (یعنی: یہ چیزیں ثمن بنیں) تو بیع فاسد ہے حتی کہ (مشتری) اس کا مالک ہو جائے گا جو اس کے مقابلے میں ہے، اگرچہ عینِ خمر اور خنزیر کا مالک نہیں ہو گا۔

وجہِ فرق یہ ہے کہ: شراب اور خنزیر ذمیوں کے نزدیک مال ہے حتی کہ وہ غیر متقوم ہے، کیونکہ شریعت نے اس کی اہانت کا اور اس کے اعزاز کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے،
اور مقصود کے طور پر عقد کے ذریعے ان چیزوں کا مالک ہونے میں ان کا اعزاز ہے، اور یہ اس لیے ہے کیونکہ جب مشتری خمر اور خنزیر کو دراہم کے بدلے خریدے گا تو دراہم غیر مقصود ہوں گے کیونکہ دراہم ذمہ میں لازم ہونے کی وجہ سے وسیلہ ہیں، اور مقصود صرف خمر ہے، تو اس کو قیمتی ہونا اصلاً ہی ساقط ہو گیا۔

بخلاف اس صورت کے جب مشتری نے خمر کے بدلے کپڑا خریدا، کیونکہ کپڑے کو خریدنے والا وہ صرف یہ قصد کرتا ہے کہ وہ کپڑے کا شراب کے بدلے مالک ہو جائے اور اس میں کپڑے کا اعزاز ہے نہ شراب کا تو شراب کا ذکر کپڑے کے مالک ہونے میں معتبر باقی رہا نہ خود شراب کے حق میں معتبر رہا، حتیٰ کہ جو بیان کیا تھا وہ فاسد ہو گیا خمر کے بجائے کپڑے کی قیمت لازم ہے،

اور اسی طرح کا حکم ہے جب شراب کو کپڑے کے بدلے بیچا، کیونکہ شراب کے بدلے کپڑا خریدنا مقصود نہیں ہوتا کیونکہ یہ بیع مقایضہ (یعنی: سامان کی سامان کے بدکے بیع ہے)۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا(ام ولد، مدبر اور مکاتب کی بیع فاسد ہے)

اس کا معنی یہ ہے کہ: یہ بیع باطل ہے۔

دلیل مسئلہ:

کیونکہ امِ ولد کا آزادی کا مستحق ہونا نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمان سے ثابت ہے کہ: "اس کی اولاد نے اسے آزاد کر دیا" (الحدیث)، اور آزاد ہونے کا سبب مدبر میں فی الحال ہی موجود ہے کیونکہ (مولیٰ کی) موت کے بعد اس کی اہلیت باطل ہو جائے گی، اور مکاتب اپنے آپ پر قبضہ کا مالک ہے اس حال میں کہ یہ مولیٰ پر لازم ہے۔

اور اگر بیع کے ذریعے ملکیت ثابت ہو جاتی تو ضرور یہ سب باطل ہوتی تو یہ جائز نہیں۔

اور اگر مکاتب بیع پر راضی ہے تو اس میں دو روایتیں ہیں، اور زیادہ ظاہر روایت یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

اور مدبر سے مراد مطلق مدبر ہے نہ کہ مقید، اور مطلق مدبر میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے، جس کو ہم عتاق میں ذکر کر چکے۔

فرمایا(اگر ام ولد یا مدبر مشتری کے قبضہ میں مر جائیں تو مشتری پر امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک کوئی ضمان نہیں، صاحبین علیہما الرحمہ نے فرمایا: ان دونوں کی قیمت لازم ہے)

اور یہی امام اعظم علیہ الرحمہ سے ایک روایت ہے۔

صاحبین علیہما الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: ان پر جہتِ بیع سے قبضہ کیا گیا ہے تو دیگر مالوں کی طرح ان پر بھی ضمان لازم ہو گا، اور یہ اس لیے ہے کیونکہ مدبر اور ام ولد بیع کے تحت داخل ہوتے ہیں، حتی کہ بندہ اس کا مالک ہو جائے گا جو بیع میں ان دونوں سے ملا گیا،

بخلاف مکاتب کیونکہ اس کا اپنے آپ پر قبضہ ثابت ہے تو اس کے حق میں قبضہ اور اس پر یہ ضمان لازم نہیں ہو گا۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل:

جہتِ بیع کو بیع کی حقیقت کے ساتھ صرف اس محل میں ملایا جاتا ہے جو محل حقیقت کو قبول کرتا ہے اور یہ دونوں حقیقت بیع کو قبول نہیں کرتے تو یہ دونوں مکاتب کی طرح ہو گئے۔

اور ان دونوں کا بیع میں داخل ہونا ان کے اپنی جان کے حق میں نہیں، بلکہ یہ تو صرف اس لیے ہے کہ بیع کا حکم ان چیزوں میں ثابت ہو جائے جن کو ان دونوں کے ساتھ ملا گیا تھا، تو یہ مشتری کے مال کی طرح ہو گیا جو کہ اکیلے مشتری کے عقد کے حکم میں داخل نہیں (یعنی: اگر مشتری اپنا مال خریدے تو یہ جائز نہیں۔۔البنایہ)، اور داخل ہونے کا حکم اس چیز میں ثابت ہو گا جو اس کے ساتھ ملی ہوئی، اِس مسئلہ کا بھی یہی حکم ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(شکار سے قبل مچھلی کی بیع جائز نہیں)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اس نے غیر مملوک چیز بیچی۔

(اور مچھلی کی بیع بڑے تالاب میں بھی جائز نہیں جبکہ اس کو شکار کے بغیر نہ پکڑا ہو)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اس کو سپرد کرنے پر قدرت نہیں۔

اور اس کا معنی یہ ہے کہ: جب مچھلی کو پکڑا ہو پھر اس کو بڑے تالاب میں ڈال دیا ہو، اور اگر مچھلی کو بغیر مشقت کے پکڑا جا سکے تو بیع جائز ہے، مگر

اس صورت میں جائز نہیں جب مچھلیا بڑے تالاب میں خود جمع ہو جائیں اور تالاب کے داخل ہونے کی جگہ کو بند نہ کیا ہو، (عدمِ جواز) اس لیے کہ ملکیت نہیں۔

(اور ہواء میں پرندے کی بیع بھی جائز نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ وہ پکڑنے سے قبل غیر مملوک ہے۔

اسی طرح کا حکم ہے اگر بائع نے پرندے کو اپنے ہاتھ سے بھیج دیا ہو (یعنی: اُڑا دیا ہو) کیونکہ اس کے سپرد کرنے پر قدرت نہیں۔

(حمل کی اور حمل کے حمل کی بیع جائز نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حمل کی اور حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے، اور ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس میں دھوکہ ہے۔

(اور بسبِ دھوکہ دودھ کی تھنوں میں بیع جائز نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ ہو سکتا ہے کہ: وہ پھولا ہوا ہو، اور کیونکہ دودھ کی کیفیت میں جھگڑا ہو سکتا ہے، اور کبھی دودھ زیادہ ہوتا ہے تو مبیع غیر مبیع سے مل جائے گی۔

فرمایا (بکری کی پیٹھ پر اُون کی بیع جائز نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہ حیوان کے اوصاف (یعنی: اعضاء) میں سے ہیں، اور کیونکہ وہ نیچے سے اگتے ہیں تو مبیع غیر مبیع سے مل جائے گی۔

بخلاف درخت کی شاخوں کے کیونکہ وہ اوپر سے بڑھتی ہیں، اور بخلاف سبز پودوں کے کیونکہ ان کو اکھاڑنا ممکن ہے، اور اون میں کاٹنا متعین ہے تو اس کے کاٹی ہوئی جگہ میں جھگڑا ہو سکتا ہے۔

اور تحقیق یہ درست ہے کہ: نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بکری کی پیٹھ پر اون کی بیع سے اور دودھ میں موجود گھی کی بیع سے منع فرمایا ہے، اور یہ حدیث امام ابو یوسف علیہ الرحمہ پر حجت اون کی بیع میں حجت ہے وہ اس طرح کہ انہوں نے جائز قرار دیا ہے اس روایت میں جو اُن سے مروی ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور چھت کے تنے** (یعنی: کھجور کا وہ تنا جس کے ساتھ چھال ملا کر چھت بنائی جاتی ہے اس) **کی بیع جائز نہیں، اور کپڑے کے گز کی بیع جائز نہیں برابر ہے کہ کاٹنے** (کی جگہ۔۔البنایہ) **کا ذکر ہو یا نہ ہو)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اس کو ضرر کے ساتھ ہی سپرد کیا جا سکتا ہے، بخلاف اس صورت کے کہ جب چاندی کے ٹکڑے کے بدلے دس دراہم بیچے، کیونکہ اس کے اجزاء کرنے میں کوئی ضرر نہیں، اور اگر یہ معین نہ ہوتا تو یہ بھی جائز نہ ہوتا اسی سبب سے جو ہم نے ذکر کیا،
اور ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ مبیع مجہول ہے۔

اور اگر بائع نے کپڑے کا گز کاٹا یا چھت کا تنہ اکھیڑا قبل اس کے کہ مشتری بیع کو فسخ کر دے تو بیع صحیح لوٹے گی (یعنی: بیع درست ہو جائے گی) کیونکہ مفسد بیع زائل ہو چکا، بخلاف اس صورت کے کہ جب کھجور میں موجود گٹھلی بیچی، یا خربوزہ کے بیج بیچے تو وہاں بیع درست نہیں، اگرچہ کھجور اور خربوزہ کو کاٹ کر مبیع نکالی ہو، کیونکہ گٹھلی اور بیج کے موجود ہونے میں احتمال ہے، بہر حال چھت کا تنا تو اس میں عین چیز موجود ہے۔

(اور اس کی بیع بھی جائز نہیں جو جال پھینک کر (اس میں پھنس کر) **حاصل ہو)**

اور یہ وہ ہے جو جال کو ایک مرتبہ پھینک کر شکار سے حاصل ہو۔

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مبیع مجہول ہے اور اس میں دھوکہ ہے۔

فرمایا(اور بیع مزابنہ جائز نہیں، اور بیع مزابنہ یہ ہے کہ درخ پر لگی کھجوروں کی کٹی ہوئی کھجوروں کے بدلے اس کے کیل (یعنی: ماپنا) کے مثل اندازے سے بیع کرنا)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا۔

مزابنہ تو وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا، اور محاقلہ یہ ہے کہ: بالی میں موجود گندم کی گندم کے بدلے اس کے کیل کے مثل اندازے سے بیع کرنا۔

اور محاقلہ اس لیے جائز نہیں کہ اس نے مکیلی چیز کو اس کی جنس میں مکیلی چیز کے بدلے بیچی ہے تو اندازے سے بیع جائز نہیں، اُسی طرح جب وہ دونوں زمین پر رکھی ہوئی ہوں۔

اسی طرح انگور کی کشمش کے بدلے بیع کرنا اسی حکم پر ہے،

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ: بیع مزابنہ ان چیزوں میں جائز ہے جو پانچ وسق سے کم ہو، کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مزابنہ سے منع فرمایا اور عرایا میں رخصت عطا فرمائی، عرایا یہ ہے کہ: کھجور کو اندازے سے بیچے ان چیزوں میں جو پانچ وسق سے کم ہو۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے مؤقف کا رد:

ہم نے کہا کہ: عریۃ لغوی معنٰی عطیہ ہے، اور اس کی تأویل یہ ہے کہ جس کو عاریۃ دیا گیا وہ عاریۃ دینے والے سے کٹی ہوئی کھجوروں کے بدلے اس کی بیع کرے جو درخت پر لگی ہوئی ہے اور یہ بیع جائز ہے کیونکہ معرِی اس کا (یعنی: وہ کھجور جو درخت پر لگی ہوئی ہے اس کا) مالک نہیں تو وہ ابتداء سے ہی بری ہو گا۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(پتھر پھینک کر بیع کرنا اور بیع منابذہ اور ملامسہ جائز نہیں)**

یہ وہ بیوع ہیں جو زمانہ جاہلیت میں تھیں، وہ یہ ہیں کہ دو مرد کسی سامان پر بھاؤ تاؤ کریں، پھر جب مشتری اس سامان کو چھو لے یا بائع اس سامان کو مشتری کی طرف پھینک دے یا مشتری اس سامان پر کنکری پھینک دے تو بیع لازم ہو جائے، تو پہلی بیعِ ملامسہ ہے اور دوسری منابذہ ہے، اور تیسری بیعِ القاء حجر ہے، اور تحقیق نبی کریم ﷺ نے بیعِ ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا ہے، اور ایک وجہ یہ ہے کہ اس میں خطرہ کو معلق کرنا۔

فرمایا (اور دو کپڑوں میں سے ایک کی بیع جائز نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مبیع مجہول ہے، اور اگر مشتری یہ کہے کہ "اس شرط پر (میں نے خریدا) کہ مجھے اس بات میں خیار ہے کہ ان دونوں میں سے جو چاہوں گا لے لوں گا" تو اب بیع جائز ہے استحساناً، اور تحقیق ہم نے اس کو خیار شرط کی فروع میں ذکر کر دیا۔

فرمایا (اور چراگاہ کی بیع اور اجارہ جائز نہیں)

اور مراعی سے مرد گھاس ہے،

بہر حال بیع تو وہ اس لیے جائز نہیں کہ کیونکہ بیع اس پر واقع ہوئی ہے جس کا وہ مالک نہیں کیونکہ لوگ اس میں (یعنی: گھاس میں) حدیث کی وجہ سے مشترک ہیں (تو اس بیع جائز نہیں بلکہ ہر ایک استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے)۔

اور بہر اجارہ اس لیے جائز نہیں کیونکہ اجارہ عینِ مباح چیز کے ہلاک ہونے پر منعقد ہوا ہے۔

اور اگر اجارہ عین مملوک کے ہلاک ہونے منعقد ہو، وہ اس طرح کہ گائے کا اجارہ اس کا دودھ پینے کے لیے کیا جائے تو یہ جائز نہیں تو عین مباح والا مسئلہ (یعنی: گھاس والا) بدرجہ اولی ناجائز ہو گا۔

(اور شہد کی مکھی کی بیع جائز نہیں)

یہ شیخین علیہما الرحمہ کے نزدیک ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

اس کی بیع جائز ہے جبکہ اس کو اکٹھا کرلیا گیا ہو، اور یہی امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول ہے کیونکہ نفع بخش حیوان ہے حقیقۃً اور شرعاً تو اس کی بیع جائز ہے اگرچہ اس کو کھایا نہیں جاتا، جیسا کہ خچر اور گدھا۔

شیخین علیہما الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: شہد کی مکھی کیڑوں میں سے تو بِھڑ کی طرح اس کی بیع بھی جائز نہیں، اور اس سے نفع اس سے اٹھایا جاتا ہے جو شہد کی مکھی میں سے نکلتا ہے نہ کہ عین نحل سے نفع اٹھایا جاتا ہے، تو شہد کے نکلنے سے قبل مکھی نفع بخش نہ ہوئی،

حتی کہ اگر شہد کی مکھی کا چھتہ بیچا جس میں شہد بھی تھا اس کے بدلے میں جو اس چھتے کے اندر ہے (یعنی: مکھی کے بدلے) تو یہ اس کے تابع ہو کر جائز ہے۔

(اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ریشم کے کیڑے کی بیع جائز نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ وہ کیڑوں میں سے ہے۔

امام ابویوسف علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا کہ: جب اس کیڑے میں ریشم ظاہر ہو جائے تو اس کی بیع جائز ہے کیونکہ اب یہ ریشم کے تابع ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا کہ: اس کی بیع ہر طرح جائز ہے کیونکہ یہ نفع بخش ہے۔

(اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ریشم کے کیڑے کے انڈے کی بیع جائز نہیں، جبکہ صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک جائز ہے)

صاحبین علیہما الرحمہ کی دلیل:

کیونکہ یہ ضرورت کا مقام ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے ساتھ ہیں، جیسا کہ ریشم کے کیڑے اور کبوتر کے مسئلے میں ساتھ ہیں، جب اس کی تعداد معلوم ہو، اور اس کو سپرد کرنا ممکن ہو تو اس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ ایسا مال ہے جس کو سپرد کرنے پر قدرت ہے۔

(اور بھاگے ہوئے غلام کی بیع جائز نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا، اور ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس کو سپرد کرنے پر قدرت نہیں ہے۔

(مگر اس صورت میں جائز ہے جب آقا اس غلام کی اس مرد سے بیع کرے کہ جس بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ غلام اسی کے پاس ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ جس آبق کی بیع سے منع کیا گیا ہے وہ آبق مطلق یعنی: جو متعاقدین کے حق میں آبق ہو وہ مراد ہے، جبکہ یہ مشتری کے حق میں غیر آبق ہے، اور کیونکہ جب یہ مشتری کے پاس ہے تو سپرد کرنے سے عاجز ہونا منتفی ہو گیا اور یہی بیع سے مانع ہوتا ہے۔

پھر مشتری صرف عقد سے اس پر قابض نہیں ہو جائے گا جبکہ وہ مشتری کے قبضے میں ہو اور اس نے اس غلام کو لینے پر گواہ بنالیا ہو، کیونکہ وہ اس کے پاس امانت اور قبضہ امانت قبضۂ بیع کا خلیفہ نہیں ہوتا،

اور اگر اس نے گواہ نہ بنایا تو اب لازم ہے کہ وہ قابض ہو جائے کیونکہ اب وہ قبضہ غصب ہے۔

اور اگر مشتری کہے کہ: وہ فلاں کے پاس ہے تو تو اس کی مجھ سے بیع کرلے پھر آقا نے بیچ دیا تو یہ جائز نہیں کیونکہ اب وہ متعاقدین کے حق میں آبق ہے، اور کیونکہ اس کو سپرد کرنے پر قدرت نہیں۔

اور اگر آبق کو بیچ دیا پھر وہ اباق (یعنی: بھاگنا) سے لوٹ آیا تو وہ عقد تام نہ ہوگا کیونکہ وہ عقد باطل واقع ہوا کیونکہ بیع کی محلیۃ نہیں پائی گئی جیسا کہ ہواء میں اڑتے پرندے کی بیع کرنا۔

امام اعظم علیہ الرحمہ سے ایک روایت ہے کہ: عقد مکمل ہو جائے گا جبکہ اس نے فسخ نہ کیا ہو کیونکہ مالیت کی موجودگی کی وجہ سے عقد منعقد ہو گیا تھا، اور مانع یعنی سپرد کرنے سے عاجز ہونا وہ اٹھ چکا، جیسا کہ جب بعد بیع بھاگ جائے، اور اسی طرح امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے۔

فرمایا(اور پیالے میں عورت کے دودھ کی بیع جائز نہیں)

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا کہ: اس کی بیع جائز ہے کیونکہ یہ پیا جاتا ہے اور پاک ہے۔

ہماری دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: یہ انسان کا جزء ہے اور انسان اپنے تمام اجزاء کے ساتھ عزت والا اور بیع کے ذریعے ذلت سے بچایا ہوا ہے۔

اور ظاہر الروایہ میں آزاد عورت اور کنیز کے دودھ کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

ان سے مروی ہے کہ: باندی کے دودھ کی بیع جائز ہے کیونکہ خود باندی پر عقد کا ارادہ کرنا جائز ہے تو اسی طرح اس کے جزء پر بھی عقد کا ارادہ کرنا جائز ہے۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے استدلال کا رد:

ہم نے کہا کہ: غلامی سے نفع اٹھانا حلال ہے، بہر حال دودھ میں کوئی غلامی نہیں کیونکہ آزادی ایسے محل کے ساتھ خاص ہے جس میں وہ قوت پائی جاتی ہے جو غلامی کی ضد ہے یعنی: زندہ ہونا اور دودھ میں کوئی حیات نہیں۔

فرمایا(اور خنزیر کے بالوں کی بیع جائز نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ وہ نجس العین ہے تو اس کی اہانت کی وجہ سے اس کی بیع جائز نہیں۔

اور سلائی کے لیے اس کے بالوں سے نفع ضرورت کی وجہ سے جائز ہے، کیونکہ یہ کام اس کے بالوں کے بغیر نہیں ہوتا، اور مباح اصل پایا جاتا (یعنی: ایسے ہی مل جاتا ہے) تو بیع کی ضرورت نہیں۔

اور اگر اس کا بال قلیل پانی پڑ جائے تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اس بال نے پانی نجس کر دیا،

اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک: نجس نہیں کیا کیونکہ اس سے نفع اٹھانے کا مباح ہونا اس کے پاک ہونے کی دلیل ہے۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ: یہ مباح ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے تو یہ اباحت حالت استعمال میں ہی ظاہر ہو گی جبکہ حالت وقوع (یعنی: جب بال پانی گرا) وہ حالت استعمال کا غیر ہے۔

(اور انسانی بالوں کی بیع اور ان سے نفع اٹھانا جائز نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ انسان عزت دیا ہوا ہے نہ کہ ذلیل کیا ہوا، تو یہ جائز نہیں کہ انسان کے اجزاء میں سے کوئی جزء ذلیل ہو، اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: "ملانے والے اور جس کو ملایا گیا اس پر اللہ کی لعنت ہو" (الحدیث)۔ (یہاں ملانے سے مراد نقلی بال لگانا ہے)

اور صرف اس میں رخصت ہے جو اونٹ کے نرم بال سے بنایا گیا ہو پھر وہ عورتوں چوٹی اور گیسو میں اضافہ کر دے۔

فرمایا(اور مردار کی جلد کی بیع دباغت سے پہلے جائز نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اس سے نفع نہیں اٹھایا جاتا، اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "مردار سے اہاب کے ذریعے نفع نہ اٹھاؤ" (الحدیث) اور اہاب اس کھال کا نام ہے جس کی دباغت نہ کی گئی ہو، اسی کے مطابق جو کتاب الصلاۃ میں جانا گیا۔

(اور دباغت کے بعد اس کی بیع اور اس سے نفع اٹھانے میں کوئی حرج نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ وہ دباغت سے پاک ہو گئی، اور تحقیق ہم اس کو کتاب الصلاۃ میں ذکر کر چکے۔

(اور مردار کی ہڈی، پٹھے، اون، سینگھ، بال اور مردار اونٹ کے نرم بال بیچنے اور ان تمام سے نفع اٹھانے میں کوئی حرج نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہ چیزیں ایسی پاک ہیں جن میں موت حلول نہیں کرتی کیونکہ ان میں حیات نہیں، اور ہم اس کی پہلے تقریر کر چکے۔

اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ہاتھی خنزیر کی طرح نجس ہے، اور شیخین علیہما الرحمہ کے نزدیک درندے کے درجہ میں ہے حتیٰ کہ اس کی ہڈیوں کی بیع ہو سکتی ہے اور اسے نفع اٹھایا جا سکتا ہے۔

فرمایا **(اور جب منزل کا نچلا حصہ کسی اور مرد کا ہو اور اوپر والا حصہ کسی اور مرد کا ہو پھر دونوں حصے گر جائیں یا صرف اوپر والا حصہ گرے پھر جس کا اوپر والا حصہ وہ اوپر والے حصے کو بیچ دے تو یہ جائز نہیں)**

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اوپر بنانے کو حق مال نہیں ہے کیونکہ مال وہ ہوتا ہے جس کو جمع کرنا ممکن ہو، اور مال ہی بیع کا محل ہوتا۔

بخلاف شِرب (یعنی: ایک معلوم معین جگہ جہاں پانی بہتا ہو) کے، وہاں زمین کے تابع ہو کر اس کی تمام روایات کے اتفاق کے ساتھ جائز ہے اور اکیلے (صرف شِرب کی بیع) ایک روایت میں جائز ہے، اور یہی بلخ مشائخ علیہم الرحمہ کا مختار مذہب ہے، کیونکہ وہ (شِرب) پانی کا حصہ ہے اسی

وجہ سے اس کو ضائع کرنے کے سبب اس پر ضمان لازم ہو گا، اور شرب کے لیے ثمن کا ایک حصہ ہو گا اسی کے مطابق جو ہم کتاب الشرب میں ذکر کریں گے۔

فرمایا(راستے کی بیع کرنا اور ہبہ کرنا جائز ہے اور پانی کے بہنے کی جگہ (جو کہ غیر معلوم و معین ہو) **کی بیع اور اس کو ہبہ کرنا باطل ہے)**

یہ مسئلہ دو صورتوں کا احتمال رکھتا ہے،

پہلی: عینِ طریق (یعنی: راستہ) اور عینِ مَسِیل (یعنی: پانی بہنے کی جگہ) کی بیع کرنا۔ دوسری گزرنے کے حق اور پانی بہانے کے حق کی بیع کرنا۔

پھر اگر پہلا احتمال مراد ہو تو دونوں مسئلوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ: راستہ معلوم ہے کیونکہ اس کا طول عرض معلوم ہوتا ہے، بہر حال مسیل تو وہ مجہول ہے کیونکہ اس کی مقدار معلوم نہیں ہوتی جو اس مسیل کو گھیرے ہوئے ہے یعنی: پانی۔

اور اگر دوسرا احتمال مراد ہو تو حقِ مرور کی بیع میں دو روایتیں ہیں، اور ان دو روایتوں میں سے ایک مطابق حقِ مرور اور حقِ تسییل کے درمیان فرق یہ ہے کہ حق مرور معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کا تعلق ایسی جگہ کے ساتھ ہے جو کہ معلوم ہے یعنی: راستہ، بہر حال سطح پر مسیل تو وہ حق تعلی (یعنی: اوپر گھر بنانے کا حق) کی نظیر ہے، اور زمین پر مسیل مجہول ہے کیونکہ وہ محل (جہاں پانی بہہ رہا ہے) وہ مجہول ہے۔

اور دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق حق مرور اور حق تعلی کے درمیان وجہ فرق یہ ہے کہ: حق تعلی ایسی عین چیز کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو کہ باقی نہیں اور وہ عمارت ہے تو یہ حق تعلی منافع کے مشابہ ہو گیا (اور منافع کی بیع جائز نہیں بلکہ اس کا اجاری جائز ہوتا ہے)، بہر حال حق مرور تو وہ ایسی عین چیز کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو کہ باقی ہے اور وہ عین چیز زمین ہے تو یہ اعیان کے مشابہ ہو گیا۔

فرمایا(اور جس نے کوئی باندی بیچی لیکن وہ غلام نکلا تو ان دونوں کے درمیان کوئی بیع نہیں)

بخلاف اس صورت کے کہ جب بائع نے مینڈھا بیچا لیکن وہ بکرا نکلا تو وہاں بیع منعقد ہو جائے گی اور مشتری کو خیار ہو گا، اور فرق کی بنیاد امام محمد علیہ الرحمہ کے اس ضابطہ پر ہے جو ہم نے کتاب النکاح میں ذکر کیا،

اور وہ یہ ہے کہ اشارہ جب تسمیہ (یعنی: بیان کرنا) کے ساتھ جمع ہو جائے تو دو مختلف جنسوں میں عقد مسمیٰ کے ساتھ متعلق ہو گا اور عدمِ مسمیٰ کے وقت عقد باطل ہو جائے گا، اور دو متحد جنسوں میں مشار الیہ (یعنی: جس کی طرف اشارہ کیا گیا) سے تعلق رکھے گا اور مشار الیہ پائے جانے کے

وقت عقد منعقد ہو جائے گا اور انعدامِ وصف کے سبب مشتری مختار ہو گا، جیسا کہ وہ شخص جس نے غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ نان بائی ہے لیکن وہ کاتب نکلا۔

اور ہمارے مسئلے میں مذکر اور مؤنث بنی آدم کی دو جنسیں ہیں کیونکہ ان کی اغراض جدا جدا ہیں۔ (فقہاء کرام علیہم الرحمہ کے نزدیک جنس کی تعریف: "ھو کلی مقول علی کثیرین مختلفین بالاغراض ") ۔ ،اور حیوانات میں ایک جنس ہے کیونکہ یہ اغراض میں قریب ہیں اور اس مسئلے میں یہی معتبر ہے جیسا کہ سرکہ اور انگور کا شیرہ دو جنسیں ہیں، اور وذاری اور زندنیجی (یہ دونوں کپڑیں ہیں) مشائخ کرام کے قول کے مطابق دو جنسیں ہیں باوجود یہ کہ ان دونوں کی اصل ایک ہے۔

فرمایا (اور جس نے کوئی کنیز نقد سو دراہم کے بدلے یا ادھار سو دراہن کے بدلے خریدی پھر مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اس کنیز کی بیع اسی بائع سے پانچ سو دراہم کے بدلے کی قبل اس کے کہ مشتری ثمن اول دیتا تو یہ دوسری بیع جائز نہیں)

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ: یہ بیع جائز ہے کیونکہ ملکیت قبضہ کے سبب تام ہو چکی تو بائع سے بیع کرنا اور غیر بائع سے بیع کرنا برابر ہو گیا اور یہ اسی مسئلے کی طرح ہو گیا جب مشتری نے ثمن اول کے مثل کے بدلے کنیز کی بیع بائع سے کی یا زیادہ ثمن کے بدلے یا کسی سامان کے بدلے بیع کی۔

ہماری دلیل:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اس عورت سے فرمان کہ جس نے آٹھ سو میں چیز خریدنے کے بعد چھ سو میں چیز بیچی (وہ فرمان یہ ہے): آپ نے کتنی ہی بری بیع کی اور کتنا ہی برا خریدا، آپ زید بن ارقم کو خبر دو اللہ تعالیٰ ان کا حج اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہاد کو باطل کر دے گا اگر انہوں نے توبہ نہ کی۔

اور ایک وجہ یہ ہے ثمن اس کے ضمان میں داخل نہیں ہو گا پھر اس کو مبیع ملی تو مقاصہ ہو گیا (یعنی: ثمن ثانی ثمن اول کا بدل ہو گیا) اور پانچ سے زائد بچ گئے اور یہ بغیر عوض کے ہیں (اور ضابطہ ہے کہ: **الفضل الخالی عن العوض ربوٰ**)، بخلاف اس صورت کے جب سامان کے

بدلے بیع کی کیونکہ زیادتی ہم جنسوں میں ظاہر ہوتی ہے۔

فرمایا(اور جس نے کوئی کنیز پانچ سو کے بدلے خریدی پھر اس کنیز کے ساتھ دوسری کنیز کی بھی اسی بائع سے بیع کی قبل اس کے کہ مشتری پانچ سو کا ثمن دیتا تو اس میں بیع جائز جس کو مشتری نے بائع سے نہیں خریدا، اور دوسری میں بیع باطل ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہ بات ضروری ہے کچھ ثمن کو اس کنیز کے مقابلہ میں بھی بنایا جائے جس کو مشتری نے بائع سے نہیں خریدا، پھر بائع دوسری کنیز کو اس سے کم ثمن کے بدلے خریدنے والا ہو جائے گا جتنے میں اس نے بیچا تھا اور یہ ہمارے نزدیک فاسد ہے، اور جو باندی اس کے ساتھ ہے اس میں یہ معنیٰ نہیں پایا جارہا اور فساد نہیں پھیلے گا کیونکہ اِس باندی میں فساد ضعیف ہے کیونکہ اُس باندی کو بیچنے میں (جس کو بیچنا قبل میں ناجائز قرار دیا) اجتہاد کیا گیا ہے (یعنی: مجتہدین کا اختلاف ہے)، یا کیونکہ فساد سود کے شبہ کی وجہ سے ہے، یا کیونکہ وہ فساد طاری ہے (یعنی: ابتداء ست نہیں بلکہ بعد میں آیا) کیونکہ یہ فساد ثمن کے منقسم ہونے کی وجہ سے مقاصہ ہونے کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے تو یہ فساد غیر مشتراۃ باندی کی طرف نہیں جائے گا۔

فرمایا(اور جس نے تیل اس شرط پر خریدا کہ: وہ اس کے برتن کے ساتھ اس کا وزن کرے گا پھر وہ بائع اس برتن کے ہر جگہ سے پچاس رطل کم کرے گا(یعنی: اتنے وزن کی قیمت ثمن سے کم کرے) تو یہ فاسد ہے، اور اگر اس شرط پر خریدا کہ بائع مشتری سے برتن کے وزن کو کم کرے گا تو یہ جائز ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ پہلی شرط کا عقد تقاضا نہیں کر رہا، اور دوسری شرط کا عقد تقاضا کر رہا ہے۔

فرمایا(اور جس نے مشکیزہ میں گھی خریدا پھر مشکیزہ واپس کر دیا حال یہ کہ وہ دس رطل تھا پھر بائع نے کہا کہ مشکیزہ یہ نہیں تھا بلکہ وہ تو پانچ رطل کا تھا، تو مشتری کا قول معتبر ہو گا)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اگر اس مشکیزہ کی تعیین میں اختلاف مانا جائے جس پر قبضہ کیا گیا تو قابض کا قول معتبر چاہے وہ قابض ضمین ہو یا امین، اور اگر گھی میں اختلاف مانا جائے تو یہ حقیقت میں ثمن میں اختلاف ہے تو مشتری کا قول معتبر ہو گا کیونکہ وہ زیادتی کا انکار کر رہا ہے (اور منکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوتا ہے)

فرمایا (اور جب مسلمان کسی نصرانی کو شراب بیچنے یا خریدنے کا حکم دے پھر نصرانی یہ کر دیا تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے، اور صاحبین علیہما الرحمہ نے فرمایا کہ: مسلمان پر یہ جائز نہیں)

اور اسی اختلاف پر خنزیر بھی ہے، اور اسی اختلاف پر محرم کسی اور کو اپنا شکار بیچنے کا وکیل کرنا ہے۔

صاحبین علیہما الرحمہ کی دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: مؤکل خود اس کا مالک نہیں تو، وہ کسی اور کو بھی مالک نہیں کر سکتا، اور کیونکہ جو وکیل کے لیے ثابت ہوتا ہے وہ مؤکل کی طرف لوٹتا ہے تو گویا کہ مشتری نے خود یہ کام کیا تو یہ جائز نہیں۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل:

عاقد (یعنی: نصرانی) وہ اپنی اہلیت اور ولایت کی وجہ سے وکیل ہے، اور ملکیت کا حکم دینے والے کی طرف لوٹنا یہ ایک امر حکمی ہے تو مسلمان ہونے کے سبب یہ ممتنع نہ ہو گا جیسا کہ جب مسلمان خمر و خنزیر کا وارث ہو جائے، پھر اگر یہ شراب ہے تو اس کو سرکہ بنا لے اور خنزیر ہے تو اس کو آزاد کر دے۔

(اور جس نے کوئی غلام اس شرط پر بیچا کہ مشتری اس کو آزاد کر دے گا یا مدبر بنا لے گا یا مکاتب بنا لے گا، یا کوئی کنیز اس شرط پر بیچی کہ مشتری اس کو ام ولد بنائے گا تو بیع فاسد ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہ بیع اور شرط ہے، اور نبی کریم ﷺ نے بیع اور شرط سے منع فرمایا۔

پھر اس میں بالجملہ مذہب یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ: ہر وہ شرط جس کا عقد بیع تقاضا کرے جیسا کہ مشتری کے لیے مبیع کا مالک ہونے کی شرط لگانا یہ

عقد کو فاسد نہیں کرتا کیونکہ یہ تو بغیر شرط کے ہی ثابت ہے، اور ہر وہ شرط جس کا عقد بیع تقاضا نہ کرے اور اس میں متعاقدین میں سے کسی ایک کا فائدہ ہو تو یا معقود علیہ (یعنی: مبیع) فائدہ ہو اور اس حال میں کہ وہ مبیع کسی کا حق دار ہونے کا اہل ہو (یعنی: غلام ہو) تو ایسی شرط بیع کو فاسد کردے گی، جیسا کہ اس بات کی شرط لگانا مشتری اس مبیع غلام کو نہیں بیچے گا، کیونکہ اس میں ایسا اضافہ ہے جو کہ عوض سے خالی ہے تو یہ سود کی طرف لے جائے گا، یا کیونکہ اس کے سبب سے جھگڑا ہو جائے گا تو یہ عقد مقصود سے خالی ہو گیا،

مگر اس صورت میں یہ جائز ہے جب یہ (شرط) لوگوں کے درمیان معروف ہو (یعنی: اس پر عرف ہو) کیونکہ عرف قیاس کے مقبلے میں فیصلہ کرنے والا ہے۔

اور اگر وہ شرط ایسی ہے کہ عقد بیع اس کا تقاضا نہیں کرتا اور اس میں کسی ایک کا فائدی بھی نہیں تو یہ شرط بیع کو فاسد نہیں کرے گی، اور یہی ظاہر مذہب ہے، جیسا کہ اس بات کی شرط لگانا کہ مشتری خریدے ہوئے جانور کو بیچے گا نہیں (تو اس شرط میں کسی ایک کا بھی فائدہ نہیں کیونکہ مطالبہ معدوم ہو گیا تو یہ شرط سود اور جھگڑے کی طرف نہیں لے جائے گا،

جب یہ ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہیں کہ: یہ ایسی شرائط ہیں جن کا عقد بیع تقاضا نہیں کرتا، کیونکہ عقد بیع کا تقاضا تصرف اور اختیار کا مباح ہونا ہے نہ کہ واجبی طور لازم ہونا اور حال یہ ہے کہ شرط لگانا اس الزام کا تقاضا کرتی ہے اور اس میں معقود علیہ (یعنی: مبیع) کا فائدہ ہے،

اور امام شافعی علیہ الرحمہ اگرچہ (غلام کی بیع میں) آزادی (شرط لگانے) میں ہماری مخالفت کرتے ہیں، اور وہ اس مسئلے کو غلام کی بیع نسمہ پر قیاس کرتے ہیں ، تو ان پر حجت وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا۔

اور بیع نسمہ کی وضاحت یہ ہے کہ: بائع (غلام کی) اس شخص سے بیع کرے جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ غلام کو آزاد کردے گا نہ کہ یہ کہ وہ اس بات کی شرط لگائے۔

پھر اگر مشتری نے غلام خریدنے کے بعد آزاد کر دیا آزادی کی شرط کی وجہ سے تو بیع درست ہو گئی حتی کہ اس پر امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ثمن لازم ہو جائے گا،

جبکہ صاحبین علیہما الرحمہ فرماتے ہیں: وہ بیع فاسد ہی رہے گی حتی کہ مشتری پر قیمت لازم ہو گی کیونکہ بیع فاسد واقع

ہوئی تھی تو وہ جائز ہو کر نہیں لوٹے گی، جیسا کہ جب کسی اور سبب سے وہ غلام ہلاک ہو جائے (جس کی آزادی کی شرط لگائی گئی)۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ: آزادی کی شرط من حیث الذات عقد بیع کے موافق نہیں اسی کے مطابق جو ہم نے ذکر کیا، لیکن بحیثیت حکم عقد بیع کے موافق ہے کیونکہ آزادی ملکیت کو انتہاء پر پہنچانے والی ہے، اور چیز اپنی انتہاء کو پہنچ کر پختہ ہو جاتی ہے، اسی وجہ سے عتق عیب کے نقصان کے سبب رجوع سے مانع نہیں،

پھر جب غلام کسی اور سبب سے ہلاک ہو جائے تو عقد بیع سے موافقت نہ پائی گئی تو فساد پختہ ہو گیا، اور جب عتق پایا گیا تو موافقت پائی گئی تو جانب جواز ترجیح پا گیا تو حال عتق سے پہلے موقوف رہے گا۔

فرمایا(اور اسی طرح اگر بائع نے غلام اس شرط پر بیچا کہ وہ اس سے ایک مہینہ خدمت لے گا، یا گھر بیچا اس شرط پر کہ بائع اس گھر میں رہے گا، یا اس شرط پر کہ مشتری بائع درہم قرضہ دے گا، یا اس شرط پر کہ مشتری بائع کو کوئی تحفہ دے گا(تو بیع فاسد ہے))

دلیل مسئلہ:

کیونکہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد بیع تقاضا نہیں کرتا اور اس میں متعاقدین میں سے ایک کا فائدہ ہے، اور کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بیع اور قرضہ سے منع فرمایا، کیونکہ اگر غلام سے خدمت لینے یا گھر میں سکونت اختیار کرنے کے بدلے میں ثمن میں سے کچھ ہو تو یہ بیع میں اجارہ ہو جائے گا، اور اگر ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہ ہو تو یہ بیع میں عاریت ہو جائے گا، اور نبی کریم ﷺ نے ایک سودہ میں دو سودوں سے منع فرمایا ہے۔

فرمایا(اور جس نے کوئی عین چیز بیچی – (من لفظ "العین" احترازعن "المنفعة") – اس شرط پر کہ وہ اس عین چیز کو مہینہ کے آخر میں سپرد کرے گا تو بیع فاسد ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ عین مبیع میں مدت مقرر کرنا باطل ہے تو یہ شرط فاسد ہوئی، اور یہ اس لیے ہے کہ مدت مقرر کرنا سہولت کے لیے مشروع ہے تو یہ دیون (یعنی: قرضوں) کے لائق ہے نہ کہ اعیان کے۔

فرمایا(اور جس نے (حاملہ) کنیز کی بیع اس کے حمل کے بغیر کی ت بیع فاسد ہے)

اور ضابطہ یہ ہے کہ: جو جس کا اکیلے عقد کرنا درست نہیں اس کا عقد سے استثناء بھی درست نہیں، اور حمل اسی قبیل سے ہے، اور یہ اس لیے ہے کیونکہ حمل انسان کے اعضاء کے مرتبے میں ہے کیونکہ حمل کو انسان سے خلقۃً اتصال قرار حاصل ہے، اور اصل کی بیع ماں اور حمل دونوں کو شامل ہو گی تو استثناء خلاف موجَب ہو گا پھر یہ درست نہیں ہو گا تو یہ شرط فاسد ہوئی، اور شرط فاسد سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

اور کتابت اور اجارۃ اور رہن بیع کے مرتبے میں ہیں کیونکہ یہ بھی شروط فاسدہ سے باطل ہو جاتے ہیں، مگر یہ کہ کتابت مُفسِد، وہ شروط فاسدہ ہیں جن سے صلب عقد (یعنی: مبیع اور ثمن) میں قدرت حاصل ہو۔

اور ہبہ اور صدقہ اور نکاح اور خلع اور عمداً قتل سے صلح حمل کا استثناء کرنے سے باطل نہیں ہوتے، بلکہ استثناء باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ عقود شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتے، اسی طرح وصیت بھی اس سے باطل نہیں ہوتی، لیکن استثناء درست ہوتا ہے حتی کہ حمل میراث ہو گا اور باندی وصیت ہو گی، کیونکہ وصیت میرث کی نظیر ہے، اور وراثت پیٹ میں موجود چیز میں جاری ہوتی ہے، بخلاف اس صورت کے کہ جب مُوصِی باندی کی خدمت کا استثناء کر دے (تو یہ درست نہیں۔۔ البنایہ)، کیونکہ خدمت میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔

فرمایا(اور جس نے کوئی کپڑا خریدا اس شرط پر کہ بائع اس کو کاٹ لے گا اور اس کی قمیص بنادے گا

فرمایا(اور حاجیوں کے آنے تک بیع کی مدت لگانا جائز نہیں)

اسی طرح کھیتی کٹنے تک اور گندم کو چھلکے سے الگ کرنے تک اور انگور کو بیل سو توڑنے تک اور اون کاٹنے تک (بیع کی مدت مقرر کرنا جائز نہیں)۔

دلیل مسئلہ:

کیونکہ ان میں تقدیم و تأخیر ہوتی رہتی ہے۔

اور اگر ان وقتوں تک کفالت کی جائے تو یہ جائز ہے، کیونکہ کفالت میں جہالت یسیرہ برداشت کرلی جاتی ہے، اور یہ جہالت یسیرہ ہے جس کا ازالہ ممکن ہے کیونکہ اس میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اختلاف ہے، ایک وجہ یہ ہے کہ اصل معلوم ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اصل دین میں جہالت برداشت کرلی جاتی ہے، وہ اس طرح کہ مرد کسی کا اس چیز میں کفیل ہو جائے جو اس پر واجب ہے، تو وصف دین (یعنی: مدت) میں بدرجہ اولی برداشت کی جائے گی۔

بخلاف بیع کے کیونکہ اصلِ ثمن میں جہالت برداشت نہیں کی جاتی، اسی طرح وصف بیع میں بھی (جہالت متحمل نہیں)۔

بخلاف اس صورت کے کہ جب بائع نے مطلقا بیچا پھر ان اوقات تک ثمن مؤجل کر دیا تو یہ جائز ہے، کیونکہ یہ دین میں جہالت ہے اور یہ جہالت دین متحمل ہے کفالت کے مرتبے میں ہونے کی وجہ سے، اور اصل عقد میں مؤجل ہونے کی شرط لگانا اسی طرح نہیں کیونکہ عقد شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے۔

(اور اگر ان مدتوں تک بیع کی پھر دونوں اس مدت کو ختم کرنے پر راضی ہو گئے قبل اس کے کہ لوگ کھیتی کاٹنا شروع ہوتے اور گندم کو چھلکوں سے الگ کرنے لگتے، اور قبل اس کے کہ حاجی آتے یہ بیع بھی جائز ہے، امام زفر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ: یہ جائز نہیں، کیونکہ یہ بیع فاسد واقع ہوئی تھی، تو جائز ہو کت نہیں لوٹے گی تو یہ نکاح مؤقت کی مدت ساقط کرنے کی طرح ہو گیا)

ہماری دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: فساد جھگڑے کی وجہ سے ہوتا ہے، اور یہ جھگڑا فساد ہونے سے پہلے اٹھ چکا۔

اور یہ جہالت زائد شرط میں ہے نہ کہ عوضین میں تو اس کو ختم کرنا ممکن ہے۔

بخلاف اس صورت کے کہ جب ایک درہم کو دو دراہیم کے بدلے بیچا پھر ایک زاید درہم ساقط کر دیا، کیونکہ فساد عوضین میں ہے، اور بخلاف نکاحِ مؤقت کے کیونکہ یہ متعہ ہے اور یہ عقد، عقدِ نکاح نہیں۔

اور قدوری شریف میں امام قدوری علیہ الرحمہ کا قول "ثم تراضیا" یہ قید اتفاقی ہے، کیونکہ جس کو مدت دی جاتی وہ مدت کو ساقط کرنے میں منفرد ہوتا ہے، کیونکہ یہ خالص اسی کا حق ہے۔

امام قدوری علیہ الرحمہ نے فرمایا **(اور جس نے غلام اور آزاد کو بیع میں جمع کیا یا مذبوحہ بکری اور مردار بکری بیع میں جمع کیا تو دونوں میں بیع باطل ہے)**

یہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے۔

صاحبین علیہما الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا: کہ اگر بائع ہر ایک کا ثمن بیان کر دے، تو غلام میں اور مذبوحہ بکری میں بیع جائز ہو جائے گی۔

(اور اگر غلام اور مدبر جمع کیا یا اپنے غلام اور کسی اور کے غلام کو جمع کیا تو اپنے غلام میں ثمن میں سے اس کے حصہ کے بدلے بیع جائز ہو جائے گی)

ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک۔

امام زفر علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا: دونوں میں بیع فاسد ہے، اور وہ جانور جس پر تسمیہ جان بوجھ کر چھوڑی گئی ہو وہ مردار کی طرح ہے، اور مکاتب اور ام ولد مدبر کی طرح ہیں، (ان کے مؤقف کی) دلیل یہ ہے کہ: (اس مسئلے کا) قیاس پہلے مسئلے (یعنی: اس مسئلے سے پچھلے مسئلے) پر ہے، کیونکہ کُل کی طرف نسبت کرنے کی وجہ سے بیع کا محل منتفی ہے۔

صاحبین علیہما الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: فسادِ مُفسِد کی مقدار کے مطابق ہے تو یہ فساد خالص غلام کی طرف متعدی نہیں ہو گا، جیسا کہ جب کوئی شخص اجنبیہ اور اپنی بہن کو نکاح میں جمع کرے۔

فصل فی احکامه

(یعنی: بیع فاسد کے احکام)

(اور جب بیع فاسد میں مشتری مبیع پر بائع کے حکم سے قبضہ کرلے، اور عقد میں دو ایسے عوض ہوں جن میں سے ہر ایک مال ہو تو مشتری مبیع کا مالک ہو جائے گا، اور مشتری کو مبیع کی قیمت لازم ہو جائے گی)

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل:

فرمایا: مشتری مبیع کا مالک نہیں ہو گا اگرچہ اس پر قبضہ کرلیا ہو، کیونکہ بیع فاسد ممنوع ہے تو اس سے نعمتِ ملکیت حاصل نہیں ہو گی، اور ایک وجہ یہ ہے کہ نہی (یہاں نہی سے مراد: بیع فاسد کی نہی ہے) مشروعیت (یہاں مشروعیت سے مراد: بیعِ فاسد کی مشروعیت ہے) کے لیے تضاد کی وجہ سے نسخ ہوتی ہے، اسی وجہ سے (احناف کے نزدیک بھی) قبضہ سے قبل بیعِ فاسد ملکیت کا افادہ نہیں کرتی، یہ مسئلہ اس مسئلہ کے مشابہ ہو گیا کہ جب بائع نے کوئی چیز مردار کے بدلے بیچی یا شراب دراہم کے بدلے بیچی۔

ہماری دلیل:

دلیل یہ ہے کہ: رکن بیع، بیع کے اہل سے محلِ بیع کی طرف نسبت کرتے ہوئے صادر ہوا ہے، تو اس بیع کے منعقد ہونے کا قول (یعنی: حکم) لازم ہو گیا، اور اہلیت اور محلیت میں کوئی خفاء نہیں، اور بیع کا رکن: مال کا مال سے تبادلہ کرنا ہے، اور اس میں تفصیلی کلام ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کے استدلال کا رد:

نھی ہمارے نزدیک کسی شئی کی مشروعیت کو پختہ کرتی ہے کیونکہ نہی کا تقاضا متصور کرنا ہے، تو نفس بیع مشروع ہے، اور اسی کے ذریعے نعمت ملکیت حاصل ہوتی ہے، اور ممانعت اس کی ہے جو اس نفس بیع کے ساتھ ملا ہوا ہے (یعنی: مُفسد)، جیسا کہ (جمعہ کی) آذان کے وقت بیع کرنا، اور (ہمارے نزدیک) ملکیت قبل قبضہ اس لیے ثابت نہیں ہوتی تاکہ یہ (اصل بیع سے) ملے ہوئے فساد کی پختگی کی طرف نہ لے جائے، کیونکہ بیع فاسد کو ختم کرنا (مبیع کو لوٹانے کے ذریعے) واجب ہے، تو مطالبہ سے روکنے کے ذریعے (بیع فاسد کو ختم کرنا) بدرجہ اولیٰ ہے، اور ایک وجہ یہ ہے کہ اصلِ بیع کے قبیح چیز سے ملنے کی وجہ سے (فساد کا) سبب ضعیف ہے، تو اس پر قبضہ کے ذریعے حکم کا افادہ کرنے میں پختہ کرنے کی شرط لگائی گئی ہے ہبہ کی منزلت میں (یعنی: ہبہ بھی قبضہ سے ہی تام ہوتا ہے)، اور مردار مال نہیں تو وہاں رکن نہیں پایا گیا، اور اگر شراب مبیع ہو تو ہم اس مسئلے کی تخریج کر چکے، اور دوسری چیز یہ ہے کہ شراب میں جو چیز لازم ہے وہ قیمت ہے، اور قیمت ثمن بن سکتی ہے مبیع نہیں۔

فرمایا(پھر اگر مشتری نے اس چیز کو جو بیع فاسد کے ذریعے خریدی گئی اس کو بیچ دیا تو اس کی بیع نافذ ہو گئی)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مشتری اس مبیع کا مالک ہو گیا ہے تو اس مبیع میں تصرف کا بھی مالک ہو گا۔

اور لوٹانے کا حق ساقط ہو جائے گا کیونکہ دوسری بیع کی وجہ سے بندے کا حق متعلق ہو گیا، اور پہلی بیع کا ٹوٹنا حق شرع کی وجہ سے تھا اور (یہاں حق عبد کی وجہ سے نافذ ہو رہی ہے کیونکہ) بندہ کا حق اس کی حاجت پر مقدم ہو تا ہے۔

اور ایک وجہ یہ ہے کہ: پہلی بیع اپنی اصل کے ساتھ مشروع ہے نہ کہ وصف کے ساتھ، جبکہ دوسری بیع اپنی اصل اور وصف کے ساتھ مشروع ہے تو صرف وصف اِس کے معارض نہیں آئے گا،

ایک اور وجہ یہ ہے کہ: دوسری بیع بائع جہت سے تسلیط پائے جانے کی وجہ سے حاصل ہوئی۔

بخلاف مشتری کے اس گھر میں تصرف کے جس میں حق شفعہ ہے، کیونکہ وہ دونوں ہی بندوں کے حق ہیں اور یہ دونوں مشروعیت میں برابر ہیں، اور یہ حق شفیع کی طرف سے تسلیط پائے جانے کی وجہ سے نہیں حاصل ہوا۔

فرمایا(اور جس کوئی غلام شراب کے بدلے یا خنزیر کے بدلے خریدا پھر اس پر قبضہ کر لیا اور اس کو آزاد کر دیا یا بیچ دیا یا ہبہ کر دیا اور سپرد کر دیا تو یہ جائز ہے اور مشتری پر اس کی قیمت لازم ہے)

دلیل مسئلہ:

اسی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا مشتری قبضہ کرنے سے مالک ہو گیا تو اس کے تصرفات نافذ ہو جائیں گے، اور آزاد کرنے سے وہ غلام ہلاک ہو چکا تو اس پر قیمت لازم ہو گی۔

اور بیع اور ہبہ سے لوٹانے کا حق ختم ہو جاتا ہے اسی کے مطابق جو گزرا، اور کتابت اور رہن بیع کی نظیریں ہیں کیونکہ یہ دونوں بھی لازم ہو جاتی ہیں، مگر یہ لوٹانے کا حق مکاتب کے عاجز ہونے اور رہن ختم کرنے کی وجہ سے لوٹ آتا ہے، کیونکہ اب مانع زائل ہو چکا۔

اور یہ اجارہ کے بخلاف ہے کیونکہ وہ عذر سے فسخ ہو جاتا ہے، اور فساد کو ختم کرنا بھی ایک عذر ہے۔

اور ایک اور وجہ یہ ہے کہ اجارہ آہستہ آہستہ منعقد ہوتا ہے تو لوٹانے کا حق ممتنع ہو گا۔

فرمایا(**اور بیع فاسد میں بائع کو یہ جائز نہیں کہ مبیع کو لے جب تک کہ ثمن نہ لوٹا دے**)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مبیع ثمن کے مقابلے میں ہے، پھر یہ محبوس ہو جائے گی رہن کی طرح۔

فرمایا(**اور اگر بائع مر جائے تو مشتری زیادہ حق دار ہے حتیٰ کہ وہ پورا ثمن طلب کر سکتا ہے**)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مشتری بائع کی زندگی میں اس پر مقدم تھا، اسی طرح اب اسکی موت کے بعد راہن کی طرح یہ بھی اس بائع کے ورثاء اور قرض خواہوں پر مقدم ہو گا۔

پھر اگر ثمن کے دراہم موجود ہوں مشتری ان عین دراہم کو لے گا کیونکہ ثمن بیع فاسد میں متعین ہو جاتا ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ یہ غصب کے مرتبے میں ہے، اور ثمن کے دراہم ہلاک ہو چکے مشتری اس کے مثل لے گا اسی سبب سے جو ہم نے بیان کیا۔

فصل فیما یکرہ

فرمایا(اور نبی کریم ﷺ نے نجش سے منع فرمایا)

نجش یہ ہے کہ: مبیع خریدنے کا ارادہ نا ہو اور ثمن میں زیادتی کرے کہ غیر کو اس مبیع میں رغبت دلائے۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "باہم نجش نہ کرو"(الحدیث)۔

فرمایا(اور غیر کے سودہ پر سودہ کرنے سے منع فرمایا)

دلیل مسئلہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کوئی مرد اپنے بھائی کے سودہ پر سودہ نہ کرے اور اپنے بھائی نکاح کے پیغام پر نکاح کا پیغام نہ بھیجے"(الحدیث)

ایک اور وجہ یہ ہے کہ: اس میں وحشت دلانا اور ضرر پہنچانا ہے۔

اور یہ حکم تب ہے جب متعاقدان باہم سودیٔ میں ثمن کی انتہاء پر راضی ہوں، بہر حال جب ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی مائل نہ ہو تو یہ بیع من یزید(یعنی: جو ثمن میں اضافہ کرے)ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں اسی کے مطابق جو ہم بیان کریں گے۔

اور جو ہم نے ذکر کیا وہ نکاح کا محمل بھی ہے(یعنی: جب دونوں نکاح کے پیغام پر راضی نہ ہو کوئی دوسرا نکاح کا پیغام بھیج سکتا)۔

فرمایا(اور تلقی جلب سے منع فرمایا)

(اس کا معنی یہ ہے کہ: تجارت کے لیے شہر آنے والے قافلے سے سارا سامان خرید لینا پھر اسی مال کو شہر میں اپنی من چاہی قیمت میں بیچنا)

اور یہ حکم تب ہے جب شہر والوں کو ضرر ہو، اور اگر ضرر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں مگر یہ وہ واردین(یعنی: شہر میں آنے والے)سے قیمت چھپالے، تو اس وقت وہ مکروہ ہو گا کیونکہ دھوکہ اور نقصان ہے۔

فرمایا(اور مقیم شہری کی دیہاتی کے ساتھ بیع سے منع فرمایا)

دلیل مسئلہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "حاضر کی بادی کے ساتھ کوئی بیع نہیں" (الحدیث)۔

یہ حکم تب ہے جب شہر والے قحط میں ہوں اور تنگی میں ہوں، اور وہ بیع یہ ہے کہ: حاضر، دیہاتی سے زیادہ ثمن کی لالچ کرتے ہوئے بیع کرے کیونکہ اس میں شہر والوں کو نقصان ہے، بہر حال جب معاملہ اس طرح نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اب ضرر نہیں۔

فرمایا(اور اذانِ جمعہ کے وقت بیع کرنے سے منع فرمایا)

دلیل مسئلہ:

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: "وذروا البیع" (الآیۃ)،

پھر اس بیع میں بعض صورتوں پر سعی (الی الجمعہ) میں حرج ہے، اور جس اذان کا اعتبار ہے اس کو ہم کتاب الصلاۃ میں ذکر کر چکے۔

فرمایا(یہ ساری بیوع مکروہ ہیں)

اسی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا۔

اور اس سے بیع فاسد نہیں ہو گی، کیونکہ یہاں ایک زائد خارجی معنی میں خرابی ہے، نہ کہ صلب عقد میں اور نہ ہی (بیع کی) صحت کی شرائط میں۔

بابـــ الاقاله

باب المرابحة و التولية

فرمایا(مرابحہ نفع کی زیادتی کے ساتھ اس چیز کو منتقل کرنا جس کا وہ شخص پہلے عقد کے ذریعے ثمن اول کے ساتھ مالک ہوا تھا،اور تولیہ نفع کی زیادتی کے بغیر اس چیز کو منتقل کرنا جس کا وہ شخص پہلے عقد کے ذریعے ثمن اول کے ساتھ مالک ہوا تھا)

یہ دونوں بیع جائز ہے، کیونکہ ان میں جواز کی شرائط پائی جارہی ہیں،اور اس وجہ سے کہ بیع کی اس قسم کی حاجت پیش آتی ہے، کیونکہ وہ غبی جو تجارت میں مہارت نہیں رکھتا تو وہ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ وہ کسی ذکی جو کہ تجارت کا ماہر ہو اس کے فعل پر اعتماد کرے،اور اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مطمئن رکھے اس کے مثل سے جو اس ماہر شخص نے خریدا اور نفع کی زیادتی سے مطمئن رکھے، تو ان دونوں بیوع کی جائز ہونے کا حکم لازم ہوا، اسی وجہ سے اان دونوں بیوع کا مبنیٰ امانت پر اور خیانت و شبہ خیانت سے احتراز پر ہے۔

اور یہ بات درست ہے کہ:"نبی کریم ﷺ نے جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹ خریدے تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: ان دونوں میں سے کسی ایک میں میرے ساتھ تولیہ کرلو، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ بغیر کسی بدلہ کے آپ کا ہے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بہر حال بغیر ثمن کے تو نہیں" (الحدیث)۔

فرمایا(اور مرابحت اور تولیہ مثلی چیزوں میں ہی جائز ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ اگر اس کا مثل نہ ہو اگر وہ اس کا مالک ہو گا تو اس کا قیمت کے بدلے مالک ہو گا اور جبکہ قیمت مجہول ہے۔

فصل

(اور جس نے کوئی شئِ منقولہ خریدی تو اس پر قبضہ سے قبل اس کو آگے بیچنا جائز نہیں)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کی بیع سے منع فرمایا جو قبضہ میں نہ ہو، ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس میں ہلاک ہونے کے اعتبار سے عقد کے فسخ ہونے کا دھوکہ ہے۔

(اور جائیداد (یعنی: زمین) کی بیع قبل قبضہ شیخین علیہما الرحمہ کے نزدیک جائز ہے، امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: جائز نہیں)

فرمایا(اور قبل قبضہ ثمن میں تصرف جائز ہے)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ مطلِق (یعنی: مباح کرنے والی چیز) موجود ہے یعنی: ملکیت، اور اس می ہلاکت کے سبب عقد کے فسخ ہونے کا دھوکہ بھی نہیں ہے، کیونکہ ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا، بخلاف مبیع کے۔

فرمایا(اور مشتری کو جائز ہے کہ بائع کے لیے ثمن میں اضافہ کرے اور بائع کو جائز ہے کہ وہ مشتری کے لیے مبیع میں اضافہ کرے، اور یہ جائز ہے کہ وہ ثمن میں کمی کرے، اور پھر مبیع کا حق دار ہونا تمام ثمن کے ساتھ متعلق ہو گا)

توزیادتی اور کمی ہمارے نزدیک اصل عقد سے ملی ہوتی ہے۔

امام زفر اور امام شافعی علیہاالرحمہ کے نزدیک کمی زیادتی اصلِ عقد سے ملے ہونے کے اعتبار سے درست نہیں بلکہ صلہ کی ابتداء کے اعتبار سے جائز ہے (یعنی: بطور تحفہ دے تو جائز ہے)۔

امام زفر اور امام شافعی علیہاالرحمہ کی دلیل:

فرمایا: ثمن میں زیادتی کی تصحیح ممکن نہیں

فرمایا(جس نے ثمن حال کے بدلے کوئی چیز بیچی پھر اس ثمن کو معلوم مدت تک مؤجل کر دیا تو ثمن مؤجل ہو جائے گا)

دلیل مسئلہ:

کیونکہ ثمن بائع کا حق ہے، تو بائع کو یہ اختیار ہے کہ ثمن کو مؤخر کر دے مشتری کے لیے آسانی کرنے کے لیے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ بائع مطلقا ثمن سے بری کرنے کا مالک ہے تو اسی طرح مؤقت کرنے کا بھی مالک ہو گا، اور اگر بائع نے مدتِ مجہولہ تک مؤخر کیا تو اگر جہالت کثیر ہے جیسا کہ ہوا کا چلنا تو یہ جائز نہیں، اور اگر جہالت متقاربہ ہو جیسا کہ کھیتی کاٹنا اور گندم کو چھلکوں سے الگ کرنا تو یہ جائز ہے، کیونکہ یہ کفالت کے مرتبے میں ہے، اور اس کو ہم پہلے ذکر کر چکے۔

فرمایا(اور ہر وہ دینِ حال جس کو اس کا صاحب مؤجل کر دے تو وہ مؤجل ہو جائے گا)

اسی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا

(سوائے قرض کے)